ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت
ملتان

جمادی الاخریٰ: ۱۴۱۴ھ
دسمبر: ۱۹۹۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ نور السمٰوٰت والارض
مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانہا کوکب دری
یوقد من شجرۃ مبٰرکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتہا یضیٓء ولو لم تمسسہ نار نور علیٰ نور
یہدی اللہ لنورہ من یشآء ویضرب اللہ الامثال للناس واللہ بکل شیء علیم

اللہ روشنی ہے آسمانوں کی اور زمین کی۔ مثال اُس روشنی کی جیسے ایک طاق میں ایک چراغ ہو۔ وہ چراغ دھرا ہو ایک شیشے میں۔ وہ شیشہ ہے جیسے ایک تارہ چمکتا ہوا، تیل جلتا ہے اس میں ایک برکت کے درخت کا وہ زیتون ہے۔ نہ مشرق کی طرف ہے اور نہ مغرب کی طرف ہے۔ اُسکا تیل کہ روشن ہو جائے اگرچہ نہ لگی ہو اس میں آگ روشنی پر روشنی۔ اللہ راہ دکھلا دیتا ہے اپنی روشنی کی جسکو چاہے اور بیان کرتا ہے اللہ مثالیں لوگوں کے واسطے اور اللہ سب چیز کو جانتا ہے (سورۂ نور پ ۱۸، ع ۱۱)

اسلام میں جمہوریت نہیں!

اسلام میں جمہوری سلطنت کوئی چیز نہیں۔ اسلام میں محض شخصی حکومت کی تعلیم ہے۔ کثرتِ رائے پر فیصلہ کا مدار رکھنا اور کامل العقل کو ناقصین کی رائے کے تابع بنانا ظلم ہے۔ جس کا حماقت ہونا بدیہی ہے۔ بعض لوگوں کو یہ حماقت سوجھی ہے کہ وہ جمہوری سلطنت کو اسلام میں ٹھونسنا چاہتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام میں جمہوریت کی تعلیم ہے اور استدلال میں یہ آیت پیش کرتے ہیں کہ

وشاورھم فی الامر

مگر یہ بالکل غلط ہے۔ ان لوگوں نے مشورہ کی دفعات ہی کو دفع کر دیا اور اسلام میں مشورہ کا جو درجہ ہے اس کو بالکل نہیں سمجھا۔

حضرت بریرہؓ سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے بریرہؓ کیا اچھا ہو اگر تم اپنے شوہر سے رجوع کر لو۔ تو وہ دریافت فرماتی ہیں کہ یارسول اللہ ﷺ! یہ آپ کا حکم ہے یا مشورہ کی ایک فرد ہے۔ اگر حکم ہے تو بسر و چشم منظور ہے۔ گو مجھ کو تکلیف ہی ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا حکم نہیں صرف مشورہ ہے۔ تو حضرت بریرہؓ نے صاف عرض کر دیا کہ اگر مشورہ ہے تو میں اسکو قبول نہیں کرتی۔

لیجئے اسلام میں یہ درجہ ہے مشورہ کا کہ اگر نبی اور خلیفہ بدرجۂ اولیٰ رعایا کے کسی آدمی کو مشورہ دیں تو اس کو حق ہے کہ مشورہ پر عمل نہ کرے اور یہ محض ضابطہ کا حق نہیں بلکہ واقعی حق ہے۔ چنانچہ حضرت بریرہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورہ پر عمل نہ کیا تو حضور ﷺ ان سے ذرا بھی ناراض نہیں ہوئے۔ نہ حضرت بریرہؓ کو کچھ گناہ ہوا نہ ان پر کچھ عتاب ہوا سو جب امت اور رعایا اپنے نبی یا بادشاہ کے مشورہ پر عمل کرنے کے لئے اسلام میں مجبور نہیں تو نبی یا خلیفہ رعایا کے مشورہ سے کیونکر مجبور ہو جائے گا کہ رعایا جو مشورہ دے اسی کے موافق عمل کرے۔ اس کے خلاف کبھی نہ کرے۔ پس

"شاورھم فی الامر"

--------- سے صرف یہ ثابت ہوا کہ حکام رعایا سے مشورہ کر لیا کریں۔ یہ کہاں ثابت ہوا کہ انکے مشورہ پر عمل بھی ضرور کیا کریں اور اگر کثرت رائے بادشاہ کے خلاف ہو جائے تو کثیرین کے مشورہ پر عمل کرنے کے لئے مجبور ہے اور جب تک یہ ثابت نہ ہو اس وقت تک "شاورھم فی الامر" سے جمہوریت ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی۔

جب اسلام میں ایک معمولی آدمی بھی بادشاہ کے مشورہ پر مجبور نہیں ہوتا۔ تو تم بادشاہ کو رعایا کے مشورہ

بقیہ سرورق کے صفحہ نمبر ۳ پر ملاحظہ فرمائیں

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۷۵۵

جمادی الاخریٰ ۱۴۱۴ھ دسمبر ۱۹۹۳ء جلد ۴ شمارہ ۱۲ قیمت فی پرچہ =/۸ روپے

سرپرست اکابر

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

حضرت مولانا محمد اسحٰق صدیقی مدظلہ

مجلسِ ادارت

رئیس التحریر:

سید عطاء المحسن بخاری

مدیر مسئول:

سید محمد کفیل بخاری

رفقاءِ فکر

مولانا محمد عبدالحق مدظلہ

حکیم محمود احمد ظفر مدظلہ

ذوالکفل بخاری ● قمر الحسنین

خادم حسین ● ابوسفیان تائب

محمد عمر فاروق ● عبداللطیف خالد

سید خالد مسعود گیلانی

زرِ تعاون سالانہ

◎ اندرونِ ملک =/۱۰۰ روپے ◎ بیرونِ ملک =/۱۰۰۰ روپے پاکستانی

رابطہ

دارِ بنی ہاشم — مہربان کالونی — ملتان — فون ۵۱۱۹۶۱

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوّۃ (شعبہ تبلیغ) مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل احمد اختر مطبع: تشکیل پرنٹرز مقام اشاعت: دارِ بنی ہاشم ملتان

آئینہ

اِداریہ :	دِل کی بات	مُدیر	۳
اعلان :	مسجدِ احرار ربوہ کے نئے نظم کے سلسلہ میں اہم اعلان	(ناظم شعبۂ تبلیغ)	۵
خطاب :	پاکستان کا سیاسی و معاشی عدمِ استحکام	سیّد عطاء المؤمن بخاری	۶
نقطۂ نظر :-	دعوتِ عمل	سیّد عطاء المحسن بخاری	۱۰
تاریخ :	ہندوستان میں عیسائیت کی یلغار	حکیم محمود احمد ظفر	۱۳
تحقیق :	ایک شیعہ کے تیس سوال اور اُنکے جوابات	مفتی ابو مُعاویہ منظور احمد	۱۹
ایثار و قربانی :	سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	(جانشینِ امیرِ شریعت سیّد	۲۷
〃	کا قبولِ اِسلام	ابو معاویہ ابوذر بُخاری)	۲۹
مشاہداتِ مغرب :	مرزا طاہر کی دیدہ دلیری	عبد التواب شیخ	۳۳
تبصرۂ کتب :	حُسنِ انتقاد	سیّد ذوالکفل بخاری	۳۵
مکالمہ :	فنفشی فیشنی الیکشنی مولوی	قمر الحسنین	۳۶
خطوط :	حلقۂ احباب	قارئینِ نقیب	۳۹
ترحیم :	مُسافرینِ آخرت	اِدارہ	۴۲
رپوتاژ :	بیچہ وطنی میں تحریک طلباء اسلام کا انتخابی اجلاس	ملک محمد فیصل	۴۴
شاعری :	نعت	پروفیسر خالد شبیر احمد	۴۵
〃	نعت	پروفیسر عبدالحی تسلیم سندھو	۴۶
〃	غزل	پروفیسر عابد صدیق	۴۷
〃	نظم (قطعہ تاریخ)	محترم عبدالکریم صابر	۴۸

دل کی بات

پیپلز پارٹی کے سرگرم رہنما جناب محمد فاروق خان لغاری بھاری ووٹ لے کر جمہوریہ پاکستان کے صدر منتخب ہوگئے۔ اور ملک میں ایک مضبوط حکومت قائم ہوگئی۔ صدر اور وزیر اعظم دونوں پیپلز پارٹی کے ہیں۔ اسلئے پی پی پی کی حکومت مطلق العنانی میں اب کئی اتفاق لیگ یا بے اتفاق لیگ نہ توروڑے اٹکا سکے گی نہ آڑے آسکے گی اور نہ پاڑے ڈال سکے گی۔ صدارت کے امیدوار تو بہت تھے مگر ان میں نواب زادہ نصر اللہ خان (جاگیردار) نواب اکبر بگٹی (سردار اور جاگیردار) اور فاروق خان لغاری بھی (سردار اور جاگیر دار) پیش پیش تھے۔ اول الذکر دونوں بزرگ آخر وقت تک کھڑے رہے لیکن نہ جانے کیوں وہ دو ہی دن پہلے بیٹھ گئے۔ شاید وہ طبعاً خاک نشینی پسند کرتے ہیں اسلئے بیٹھ گئے یا وہ خاکی رنگ جوان کو بہت پسند ہے اس کی کشش نے انہیں خاک نشیں بنا دیا۔ یا خاکی رنگ ان پر بھی چھا گیا ہو اور اس خاکساری میں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سرداری اور جاگیرداری کی قدر مشترک نے اپنا رنگ جما کر کوئی محفل برمادی ہو جسمیں چند مولوی نما چہرے بھی "شامل واجا" ہوں اور یوں یہ مقابلہ خاک نشینوں کی خاکساری سے متفقہ امیدوار تلاش کرنے میں کامیاب ہوگیا ہو۔ بہر حال یہ جمہوری تماشا (بہ قول علامہ اقبال) دو سو گدھوں کے مغز سے کوتہ نخختہ سفوف کردہ حبوب ساختہ استعمال کے قابل بنا دیا گیا ہے۔

علماء جمہوریت نے پیپلز پارٹی کے فاتح صدر مملکت کو جن کے وعدوں کے ایفا کی یقین دہانی کے عوض ووٹ دیا ہے ان میں سب سے اہم آئین کی اسلامی دفعات کو برقرار رکھنے کا مسئلہ ہے۔ اللہ کرے وہ اپنے بلند مقصد میں کامیاب ہوجائیں مگر موجودہ کافرانہ جمہوری ظام کے تحت موعودہ کامیابی کے امکانات اور مطلوبہ نتائج کا غیر فطری امر ہے۔ اصل مسئلہ آئین میں اسلامی دفعات اور ترامیم کا برقرار رہنا نہیں بلکہ ان پر عملدرآمد ہے۔ چونکہ ہمارے حکمران، سیاست دان اور سیاسی جماعتیں سیکولر ہیں اور وہ ملک میں سیکولر نظام کے استحکام کیلئے ہی سرگرم ہیں اسلئے ان سے نفاذ اسلام یا آئین کی اسلامی دفعات پر عمل درآمد کی توقعات وابستہ رکھنا پرلے درجے کی حماقت ہے۔ بہر حال اب بھی علماء جمہوریت اور ملک کی دینی جماعتوں کو باہم مل بیٹھ کر مستقبل میں ملک کی سیاست میں اپنے مؤثر کردار کا واضح تعین کر لینا چاہیئے ورنہ حالات جس رخ پر جا رہے ہیں اس میں ان کے گرد مشکلات کا گھیرا مزید تنگ ہو رہا ہے۔

ہمارے لئے پیپلز پارٹی اور اس کی قیادت کے عزائم نئے نہیں۔ اور نہ ہی ہم انکے بارے میں کسی خوش فہمی میں مبتلا ہیں۔ بے نظیر صاحبہ جناح اور علامہ اقبال کا اسلام لانا چاہتی ہیں "روشن خیال

اسلام "......... جس کا مظاہرہ اپنے اقتدار کے جشن فتح کے موقع پر (ایک فرانسیسی اخبار کی رپورٹ کے مطابق) محفل ناؤنوش برپا کر کے وہسکی کے جام ٹکرا کر کیا گیا۔ سود کو حلال قرار دینے والے اور امریکہ کی طرف سے پاکستان کو دہشت گرد قرار دینے کی حمایت کرنے والے سردار آصف احمد علی کو وزیر خارجہ بنایا گیا۔ پاکستان میں دوسری مرتبہ اس غلطی کو دہرایا گیا ہے۔ قیام پاکستان کے وقت قادیانی سر ظفر اللہ کو وزیر خارجہ بنایا گیا تھا۔ ابھی تک ہم ان کے پہنچائے ہوئے نقصانات کا ازالہ نہیں کر پائے تھے کہ یہ دوسری آفت سر پر آن پڑی۔ ٹیلی ویژن پر بے حیائی کے فروغ کے لئے سب دروازے کھول کر اسے آزاد کر دیا گیا ہے۔

ایٹمی پالیسی کو امریکہ کے تابع کر کے تمام پابندیوں کو قبول کر لیا گیا ہے۔ پیپلز پارٹی اقتدار سے محروم ہو تو پاکستان کو ایٹمی طاقت بنانے اور ہزار سال تک بھارت سے جنگ کرنے کے اعلانات کئے جاتے ہیں۔ برسر اقتدار ہو تو سب کچھ رول بیک کر دیا جاتا ہے۔ ایٹم پاکستان کی ضرورت ہے۔ اگر اس خطہ کو ایٹمی صلاحیت سے پاک کرنا ہے تو پھر بھارت پر بھی پابندی عائد کی جائے۔ موجودہ صورت حال کا فوری تقاضا یہ ہے کہ پورا ملک اس اصولی مطالبے پر اٹھ کھڑا ہو کہ یکطرفہ فیصلہ ہم ہرگز قبول نہیں کریں گے۔

ایک طرف کشمیر کی آزادی اپنے آخری مراحل میں ہے تو دوسری طرف بین الاقوامی سازشیں بھی عروج پر ہیں۔ روز اول سے کشمیریوں کا موقف رہا ہے کہ وہ پاکستان سے الحاق چاہتے ہیں یا پھر انہیں استصواب رائے کا حق دیا جائے۔ ان کے اس حق اور مطالبے کو اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل نے بھی تسلیم کیا مگر اب معاملہ یکسر مختلف ہے۔ کشمیریوں کی طویل جدوجہد آزادی، قربانی اور ایثار کو نظر انداز کر کے مختلف قسم کی باتیں کی جا رہی ہیں۔ اور ان کی قربانیوں کو برباد کرنے کی سازشیں ہو رہی ہیں۔ امریکہ کشمیر میں اپنے اڈے قائم کرنا چاہتا ہے۔ خود مختار کشمیر کا نعرہ دیکر سیاچن اور واخان تک کے علاقے کو یکجا کر کے اس پورے خطہ پر اپنی نگرانی چاہتا ہے۔ "تھرڈ آپشن" کی بات کی جا رہی ہے۔ ہم ان تمام تجاویز کو جہاد کشمیر کے خلاف یہود و نصاریٰ کی کھلی سازشیں قرار دیتے ہیں۔ مسئلہ کشمیر کا حل صرف اور صرف یہ ہے کہ کشمیریوں کو اپنے معاملات خود نمٹانے کا حق دیا جائے۔ وہ کس طرح اپنا حق چاہتے ہیں اور کس کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں اس کا فیصلہ وہ خود کریں گے۔ موجودہ حکومت اس معاملے میں بھی امریکی پالیسیوں پر کاربند ہے جو کشمیریوں کے ساتھ غداری کے مترادف ہے۔ ہم جہاد کشمیر میں کشمیریوں کے ساتھ ہیں اور ہر سازش کو ناکام بنانے کے لئے ان کے ممد و معاون ہیں۔

تمام ماتحت مجالسِ اُحرارِ اسلام کے لئے نہایت اہم اعلان

بعض سنگین اور ناگزیر وجوہات کے تحت مرکزی مجلس عاملہ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان نے اپنے ہنگامی اجلاس منعقدہ ۱۹،۱۸ نومبر ۱۹۹۳ء ملتان میں فیصلہ کیا ہے کہ

مسجد احرار ربوہ میں

ابنِ امیرِ شریعت حضرت پیرجی سید **عطاء المہیمن** بخاری مدظلہ

آئندہ مستقل خطبۂ جمعہ ارشاد فرمائیں گے۔!

مجلس عاملہ کے فیصلے کیمطابق

- مدرسہ ختم نبوت، مسجد احرار میں تعلیم و تربیت اور تبلیغ کے نظام کو بہتر بنانے کے لئے فوری طور پر درج ذیل حضرات پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی گئی ہے اور مسجد و مدرسہ میں نیا عملہ متعین کر دیا گیا ہے۔

- ابنِ امیرِ شریعت حضرت مولانا سید **عطاء المحسن** بخاری مدظلہ (بانی و مہتمم مسجد احرار۔ ربوہ) ______ سرپرست
- ابنِ امیرِ شریعت حضرت پیرجی سید **عطاء المہیمن** بخاری مدظلہ ______ خطیب مسجد احرار
- مولانا **محمد مغیرہ** ______ "
- مولانا **محمد اسحٰق** سلیمی مدظلہ ______ نگران امورِ عام و خلص

معاونین عبد اللطیف خالد چیمہ، سید محمد کفیل بخاری، ابو سفیان تائب، حافظ ہارون الرشید، حافظ محمد کفایت اللہ۔

مدرسین درجہ حفظِ قرآن حافظ محمد علی، حافظ عبد العلیم

پرائمری سکول کا اجراء مارچ ۱۹۹۴ میں مسجد احرار میں پرائمری سکول کا اجراء بھی کر دیا جائے گا۔ **نہایت اہم** ______ آئندہ مسجدِ احرار کے لئے جملہ رقوم بنام سید عطاء المحسن بخاری ارسال کی جائیں **///** مدرسہ و مسجد کے جملہ امور کے سلسلہ میں درج بالا کمیٹی کے علاوہ کسی اور شخص سے رابطہ، معاملہ یا مشورہ نہ کیا جائے۔ ورنہ اِدارہ ذمہ دار نہ ہوگا۔

منجانب ناظم، شعبہ تبلیغ **تحریک تحفظِ ختمِ نبوۃ۔ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان**۔ ربوہ۔ رابطہ فون ملتان ۵۱۱۹۶۱ ۔ ۸۸۶

خطاب : ابن امیر شریعت سید عطاء المؤمن بخاری

ناقل : مہدی معاویہ

پاکستان کے سیاسی و معاشی عدم استحکام کا اصل سبب نظامِ جمہوریت ہے

آخری قسط

دور بدلا بھی تو غدار ہی رستم ٹھہرے
وائے احرار ! کہ ہر دور میں ملزم ٹھہرے

یہ بھی سوچیئے کہ اسلام کے آجانے کے بعد آپ کے ملک کا سیاسی طبقہ جو زبردستی "قومی رہبر" بن کر بیٹھا ہوا ہے اسلامی معاشرے میں ان کا وجود کسی کے لئے ضرورت بن سکتا ہے؟ اس طبقہ کا کوئی مصرف باقی رہتا ہے؟

اب ہمارے لئے ضروری ہے کہ پھر بھی ہم ان کو قائد مانیں۔ اسی نظام کفر کی وجہ سے ان کو بالادستی حاصل ہے۔ جب یہ نظام نہیں رہیگا تو پھر اسلامی معاشرہ میں یہ بھی نہیں رہیں گے۔ اسلامی معاشرہ کی ضرورت یہ بیٹھے ہیں (صدر جلسہ حضرت خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) یہ ہیں اسلامی معاشرے کی ضرورت۔ لوگ ان کے پاس آئیں گے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کا طریقہ بتاؤ، رسول اللہ ﷺ کی سیرت بتاؤ، شریعت اور فقہ اسلامی کیا کہتی ہے؟ قرآن کیا کہتا ہے؟

جب تم جمہوری نظام کو لاتے ہو تو یہاں تبدیلی کی بات کی جاتی ہے۔ ملک کے سیاستدان یہ کہتے ہیں کہ پارلیمانی روایات یہ ہیں، صدارتی نظام کی روایات یہ ہیں، وہ روایات کہاں سے آتی ہیں؟ پوری دنیا کی تمام جمہوری ریاستوں میں فرانس کو پہلا درجہ حاصل ہے۔ دوسرے نمبر پر برطانیہ ہے پھر ہندوستان، بتائیے ان روایات کو قبول کرنا اوران پر عمل کرنا ایک مسلمان کیلئے ضروری ہے؟

ہماری روایات کیا ہیں؟ ----- ہماری روایات کا منبع و مرکز مکہ و مدینہ ہے ہمارے لئے جارج واشنگٹن نمونہ نہیں ہے۔ ابراہم لنکن، کارل مارکس نہیں ہے۔ چرچل نہیں ہے کوئی کافر ہمارے لئے نمونہ نہیں بن سکتا۔ کوئی کتنا ہی بڑا دانشور کیوں نہ ہو، محمد رسول اللہ ﷺ کے ایک ادنیٰ پیروکار کے مقابلہ میں دنیائے کفر کے تمام بت پاش پاش کئے جاسکتے ہیں مگر ایک مسلمان گناہ گار کو نہیں چھوڑا جاسکتا شہدائے ختم نبوت نے ہمیں یہی سبق دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی امامت اور قیادت و سیادت کے بعد کسی اور کی قیادت وسیادت اور امامت قبول نہیں کی جائیگی۔ **اور ان کے لائے ہوئے نظام کے بعد کسی اور نظام کو قبول نہیں کیا جائیگا۔ زندہ رہیں تو رسول اللہ کی غلامی کی زندگی میں رہیں گے۔ اور موت پائیں گے تو رسول اللہ کی غلامی کی علامت بن کر جائیں گے۔ اس کے علاوہ کوئی** پیغام نہیں ملتا۔ ہم وہ نہیں ہیں کہ ان کی قربانیوں کے عوض، اپنے چہروں کو کل کے اقتدار کی رونق سے سجالیں اور

حکومت کے سنگھاسن پر جا بیٹھیں۔ خدا اس دن سے پہلے موت دیدے جب ہم ان کی لاشوں کا سودا کریں۔ شہداء ختم نبوت ہمارے لئے مینارہٗ نور ہیں اور رہبر ہیں۔ وہ ہمارے لئے ایک امتحان چھوڑ گئے ہیں کہ ہمارے بعد آنے والے ہمارے نام لیوا، کونسا طرز زندگی اختیار کرتے ہیں۔ ہمارے والا یا کفار و فساق و فجار والا۔

آخری بات عرض کرتا ہوں کہ قادیانی کسی بھی پہلو سے اپنے عقیدہ، فکر اور طرز عمل کے اعتبار سے کبھی پاکستان کے وفادار نہیں ہوسکتے۔ اگر وہ اس سرزمین کے وفادار ہوں گے تو ان کو قادیانیت چھوڑنا پڑے گی۔ اور مرزا قادیانی کی جعلی نبوت کا انکار کرنا پڑے گا۔ قادیانی اور ان کے بے دین حواری، نام نہاد صحافی اور دانشور اس معاملے میں دجل و تلبیس کرکے مفکر پاکستان علامہ اقبال کی شخصیت کو بہت اچھالتے ہیں۔ اقبال کے واضح افکار و خیالات کی غلط تعبیر پیش کرکے سادہ لوح قوم کو گمراہ کرتے ہیں حالانکہ اقبال اپنی تحریروں میں قادیانیوں کو نہ صرف کافر کہتے ہیں بلکہ واجب القتل مرتد قرار دیتے ہیں۔ مجھے بتائیے کہ اس مفکر پاکستان کے تصور کے تحت معرض وجود آنے والے خطہ کے قادیانی کیسے وفادار ہوسکتے ہیں؟ وہ اپنے قاتل کے خواب کی تعبیر کیسے سچی ہونے دیں گے؟ ہمارے حکمرانوں کو یہ بات کیوں سمجھ نہیں آتی، اگر وہ اقبال کیساتھ محبت رکھنے والے ہیں تو اقبال کی ان باتوں سے جو واضح ہیں حکمران انحراف کیوں کرتے ہیں؟

میں اس اجتماع کی وساطت سے قادیانیوں کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ دشمنی کرنا چاہتے ہیں تو کھل کر سامنے آئیں اور مسلمانوں سے دو دو ہاتھ کر دیکھیں۔ انہیں اپنی حیثیت کا اندازہ ہوجائیگا۔ میں حکومت سے مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ ایک تحقیقاتی کمیشن قائم کرے جس میں ہم احرار والوں کو شامل کیا جائے، ہم ثابت کریں گے کہ پاکستان کی جغرافیائی اور معاشی جتنی بھی توڑ پھوڑ، اور اسکو جتنی بھی ختم کرنے کی سازشیں ہوئی ہیں ان میں ننانوے فیصد قادیانیوں کا ہاتھ ہے۔ ہم اگر ثابت نہ کرسکے تو اپنے آپ کو سزا کیلئے پیش کریں گے۔ مشرقی پاکستان کی علیحدگی، پاکستان میں لسانی، علاقائی اور نسلی تعصبات اور نفرتوں کی حوصلہ افزائی کرکے ملک کو مزید تقسیم اور ٹکڑے ٹکڑے کرنا قادیانیوں کا مذہبی فریضہ ہے۔ جس کے شواہد ہمارے پاس موجود ہیں۔

قادیانی کیسے اسلام کو پسند کرسکتے ہیں۔ وہ اپنی پیدائش سے لیکر آج تک برطانیہ ہی کے گیت گاتے آئے ہیں چونکہ ان کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی نے "ستارہ قیصرہ" اور اپنی دوسری کتابوں میں ملکہ وکٹوریہ اور حکومت برطانیہ کو نہ صرف اپنے محسنوں میں شمار کیا ہے بلکہ اپنے آپ کو انگریزوں کا خود کاشتہ پودا لکھا ہے۔ چنانچہ آج بھی قادیانیوں کی پوری جماعت برطانیہ کی پناہ میں ہے، اور اس کے حسن سلوک اور احسانات کے گن گاتی ہے، قادیانی مذہباً انگریزوں کے غلام بے دام، اور وفادار ہیں۔ اس لئے وہ نظام بھی انہی کا پسند کرتے ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ جمہوری نظام کی حمایت کی ہے اسی نظام میں انہیں پناہ مل سکتی ہے۔ اور چوری کا دروازہ کھلا مل سکتا ہے۔ اسلام میں ان کے لئے سوائے توبہ کے تمام دروازے بند ہیں۔ نبی کی شخصیت آئیڈیل ہوتی ہے۔ اور اس کی اطاعت ایمان کی شرط ہے۔ مسلمان سچے نبی کو مانتے ہیں، اس لئے انہوں نے حضور ﷺ کی عزت و آبرو اور منصب پر اپنا سب کچھ قربان کیا ہے اور اب بھی وہ اس سے دریغ نہیں کرتے۔ مرزائی چونکہ جھوٹے نبی کے ماننے والے ہیں اور اپنے پیشوا سے محبت رکھتے ہیں اور اسی کی پسندیدہ شخصیتوں، چیزوں، افکار و خیالات سے محبت کرتے ہیں۔ مرزائی اپنے

پیشوا کی تقلید میں آج بھی یہود و نصاریٰ سے محبت کرتے ہیں۔ اس لئے قادیانی ۔۔۔۔ اسلام، مسلمان اور پاکستان سے کبھی وفادار نہیں ہوسکتے۔

ہمارا عقیدہ بالکل واضح ہے اور ہم اس کا برملا اظہار کرتے ہیں، اس سے ہمیں کوئی نہیں روک سکتا نواز شریف اپنے علاوہ مسلم لیگ کا دوسرا صدر قبول کرنے پر تیار نہیں جو خالصتاً دنیا دارانہ بات ہے اور ہم سے رواداری اور لبرل ازم کے نام پر ہمارا سچا عقیدہ چھیننے کی کوشش کی جارہی ہے، جھوٹے نبی کے بارے میں نرم رویے کی توقع کی جارہی ہے، ان لادین سیاستدانوں کی خواہش ہے کہ ہم قادیانیوں کو امتِ مسلمہ کا حصہ مان لیں۔ ایسا کبھی نہیں ہوسکتا، یہ سراسر کفر اور جہالت کی انتہا ہے، ایک فریب ہے اور دھوکہ ہے، ہمیں اس سے نکلنا ہے اور اس کے خلاف زبردست مزاحمت کرنی ہے۔ یہی ہمارا پیغام اور یہی ہماری دعوت ہے۔ آیئے ہمارے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالیئے، قدم سے قدم ملایئے اور ان بزرگوں کی قیادت و سیادت پر اعتماد کیجئے۔

یہ لوگ کھولت کی اس عمر میں بھی اپنے عمل سے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے راستے پر لیکر جائیں گے۔

ہم اس جماعت کو دینی جماعت ماننے پر تیار نہیں ہیں جس کے وجود سے اس ملک میں دینی روایات ختم ہوں اور دین کے غلبہ کی بجائے نقصان ہو۔

میرے ساتھیو! میرے بزرگو!

آپ کا فرض ہے کہ ملک کے کونے کونے میں پھیل جائیں اور اس بات کو عام کریں کہ جب تک ہم اس سرزمین سے کافروں کے دیئے ہوئے نظام کو نہیں نکال باہر کریں گے، اسلام کیلئے کئے گئے تمام اقدامات غیر مؤثر ثابت ہوں گے اور کوئی عمل کارگر نہیں ہوگا۔ اس سے ہٹ کر ہم جو محنت کریں گے اسکا آخرت میں اجر ملے گا مگر اس دنیا میں ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی زندگی نہیں گذار سکیں گے۔

پیپلز پارٹی اس ملک میں مخلوط انتخابات چاہتی ہے جس کا مقصد ہماری دینی شناخت کے خاتمے کے سوا کچھ نہیں موجودہ حکومت یہ کہتی ہے کہ ہم نے قصاص و دیت کے قانون کے متوازی ایک نیا قانون بنایا ہے۔ آپ ذرا ان باتوں پر غور فرمایئے یہ آپ کے حکمران ہیں جنھوں نے آپ سے اسلام کے نام پر ووٹ حاصل کیا تھا وہ عملی طور پر کن کی خوشنودی کے لئے کام کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کا حکمران اللہ کی رضا کے علاوہ کسی کے لئے کام نہیں کرتا اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ جو حکمران قادیانیوں سے ڈرتا ہو وہ مسلمانوں اور اسلام کے مفادات کے لئے کیا کرسکتا ہے؟

• انھی قادیانیوں کے گرد مرزا غلام احمد نے انگریز کے ایماء پر جہاد کا انکار کیا اور اس نے اپنی ساری فکر و دانش، ساری زندگی کی تبلیغ جہاد کو حرام قرار دینے میں گزار دی۔

جبکہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں تین چیزوں کے بدلے میں تم سے آٹھ چیزیں مانگتا ہوں۔

قل ان کان آبائکم و ابنائکم و اخوانکم و ازواجکم و عشیرتکم والاموال اقترفتموھا و تجارۃ تخشون کساد ھا و مساکین ترضونھا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجھاد فی سبیلہ

اگر یہ آٹھ چیزیں تم کو اللہ سے اس کے رسول سے اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنے سے پیاری ہیں تو

فتربصوا

”دفع ہو جاؤ“

حتیٰ یاتی اللہ بامرہ

اللہ جو سب نعمتیں دینے والا ہے وہ مانگ رہا ہے۔ ضروری نہیں کہ وہ سارے کا سارا لے لے۔ وہ تو دیکھ رہا ہے، امتحان لے رہا ہے کہ تم دیتے بھی ہو یا نہیں؟

جو آدمی مسلمان ہونے کا دعویدار ہے وہ اس امتحان میں پورا اتر کر اللہ کی ابدی رضا حاصل کرتا ہے اور اس کلمہ سے انحراف نہیں کرتا۔ جہاد کی یہ عظمت ہے کہ یہ وہ طرزِ عمل ہے جو رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہے۔ رسول اللہ کے طریقے پر چلے بغیر ہم کس طرح اسلام لا سکتے ہیں؟

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریق زندگی کو اپنانے، معاشرے میں اسکو پھیلانے، اور رسول اللہ ﷺ کے دیئے ہوئے نظام ”دین اسلام“ کے نفاذ اور اس کے لئے اخلاص کیساتھ پوری قوت اور یقینِ کامل کیساتھ جدوجہد کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

ترجمہ آیت! تو کہہ دے اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور برادری اور اموال جو تم نے کمائے ہیں اور سوداگری جس کے بند ہونے سے تم ڈرتے ہو، اور حویلیاں جن کو پسند کرتے ہو تم کو زیادہ پیاری ہیں اللہ اور اس کے رسول سے اور لڑنے سے اس کی راہ میں تو انتظار کرو یہاں تک کہ بھیجے اللہ اپنا حکم۔ (التوبہ۔ ع۔ ۲)

علم وادب اور تاریخ وسیرت سے دلچسپی رکھنے والے باذوق قارئین کے مطالعہ کیلئے دو اہم کتابیں

فدائے احرار، عظیم مجاہد آزادی
مولانا محمد گل شیر شہید
مؤلف، محمد عمر فاروق : قیمت /۱۵۰ روپے

صاحب طرز ادیب، مفکر احرار
چودھری افضل حق رحمہ اللہ کی
نایاب اور اہم کتاب ”شعور“
قیمت — ۳۵ روپے

ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری

دعوتِ عمل

دین حق کی دعوت یقیناً ایک بہت بڑا کام ہے اور یہ کام ایسا ہے جو حضور نبی کریم علیہ التحیتہ والتسلیم نے حجتہ الوداع کے خطبہ میں صحابہ کرامؓ اور امت کے باعمل زعیموں کے ذمہ لگایا ہے یہ ان کا وہ فرض منصبی ہے کہ اس سے غفلت امت کی ہلاکت کا سب سے بڑا سبب بن سکتا ہے، دین حق کی دعوت میں سب سے اہم رکن امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے جب تک داعی حق یہ کام نہیں کرتا اسکی دعوت حق وہ اثر پیدا نہیں کرسکتی جو دعوت حق کا مطلوب ہے۔ ہمارے موجودہ دور میں جتنے بھی دینی دعوت کے مدعی یہ کام کر رہے ہیں بد قسمتی سے وہی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے کام میں سب سے پیچھے ہیں ان کے اپنے گھروں میں منکرات ناچ رہے ہیں اور معروف منہ چھپائے پھرتا ہے۔

(الامن رحم اللہ) سوائے اسکے جس پر اللہ کا خاص کرم ہے۔ اور ردِ منکرات میں سب سے بڑی رکاوٹ بھی انہی لوگوں کی فاسقوں فاجروں سے دوستی یا سیاسی مفاہمت ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ مفاہمت کے اس ہمہ گیر روگ نے مزاحمت کا راستہ تقریباً ہمیشہ کے لئے روک دیا ہے اور دینی دعوت کی یہ بنیاد ڈھے گئی ہے۔ مزاحمت کے بغیر کسی دینی دعوت کا عام ہونا یا دینی انقلاب برپا کرنا نہ یہ کہ ایک زبردست مشکل کام ہے بلکہ اس کا سرانجام پانا تقریباً ناممکنات میں سے ہے جیسے ٹی بی کا مریض جو نقصان دہ چیزوں سے پرہیز بھی نہ کرے اور اس بات کی توقع کی جائے کہ وہ صحت مند بھی ہو جائے گا۔ فریب نفس یا تدبیر کی غلطی کے سوا کیا ہے!

صحابہ کرامؓ جیسی عظیم العمل جماعت بھی عمل اور مزاحمت کے بغیر فتنوں کے پیدا ہونے کو نہ روک سکی۔ سیدنا عثمانؓ کا محاصرہ ہوا کھانا پینا بند۔ قتل، جنگ جمل، جنگ صفین جنگ نہروان۔ سیدہ ام حبیبہؓ اور سیدہ عائشہؓ کی توہین، دولت کی کثرت جیسے فتنے اور ہزارہا انسانوں کا قتل عیاداً باللہ پیدا ہوئے اور انہوں نے صحابہ کرام کی عظیم الشان جماعت کو اپنی لپیٹ میں لے لیا جہاد اور مزاحمت اور ردِ منکرات کا اہم کام شروع ہوا تو باہمی فتنے ختم ہو گئے اور سیدنا معاویہؓ کے عہد گرامی میں تمکین دین، امن عامہ، سیاسی قوت اور معاشی ترقی اپنی پوری شان سے قائم رہی۔ ہو سکتا ہے میری اس رائے میں کچھ خامی ہو لیکن یہ بات پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ ایسے مسلمان جو اسلامی اعمال پر پورے جوش و خروش اور پختگی کیساتھ پابند نہ ہوں (جیسے صحابہ کرام کے بعد کے نومسلم، یہودیوں ایرانیوں اور روسی عیسائیوں کی اولاد) ان میں فتنوں کا ظہور خالصتاً ایک معاشرتی امر ہے وراسی موقعہ پر ردِ منکرات اور نہی عن المنکر محض ترغیب و تحسین اعمال کی دعوت نہیں بلکہ قربانی وایثار کا نام ہے جسے قرآن کریم میں

جاهدا باموالكم وانفسكم

فرمایا گیا ہے کہ وہ اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں۔ جہاد کیا ہے؟ جہد میں پڑنا، یعنی اپنے مال و جان کو مشقت میں ڈالنا، اور یہ حقیقت قرآن کریم کے حکم اور رسول کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قول و کردار سے بالکل ثابت و پختہ ہو چکی ہے کہ مشقتوں میں پڑے بغیر دینی دعوت عام ہو ہی نہیں سکتی اور نہ ہی دینی انقلاب برپا کرنے کا سوچا جاسکتا ہے اور موجودہ دور میں دینی دعوت یا دینی انقلاب کے مدعی مشقت و جہد کے تمام راستوں سے نہ صرف یہ کہ واقف تک نہیں رہے بلکہ مشقت و مزاحمت کے عمل سے یکسر منحرف ہو چکے ہیں۔ اسی انحراف اور گریز کے نتیجہ میں جمہوری روایات و نظام کا عملاً اپنایا جانا ہے۔ انہی جمہوری روایتوں اور رویوں میں ایک رویہ فاسقوں فاجروں ملحدوں اور زندیقوں کیساتھ سیاسی مفاہمت ہے اس مفاہمت نے جہاں ایک طرف دین دار لوگوں اور جماعتوں کے وقار و عظمت اور ان کی مایہ ناز استقامت کو ختم کیا اور خاک میں ملا دیا وہیں دوسری طرف ان بڑے مجرموں نافرمانوں جھوٹوں اور دین کے قاتلوں کو صحیح الفکر اور راست بازوں کا سرٹیفکیٹ بھی مل گیا اور دین سے وابستگی رکھنے والے عناصر کھلم کھلا یہ کہنے لگ گئے کہ اگر یہ لوگ غلط ہوتے تو "ہمارے اکابر" ان سے مفاہمت کیوں کرتے؟ اور اس پر مزید ستم یہ کہ مفاہمت کرنے والے ان نام نہاد "اکابر" نے خود بھی اور ان کے پالتو "مبلغین" نے پورے ملک میں خوشی کے شادیانے بجائے نظمیں اور مدحیں گائیں اور اس مفاہمت کو اتنے زور سے الاپا کہ وہ مجرمین عوام کی نگاہ میں ثقہ و بلند مرتبہ ہو گئے ان سے اختلاف رائے "مذہبی حلقوں" میں گناہ کہلایا اور اس عمل بد کو حدیث

لاتجتمع أمتی علی ضلالة
(کہ میری امت گمراہی پر اکٹھی نہیں ہوگی)

کی شرح بنا کر باور کرایا گیا جو لوگ اس اتحاد و اشتراک کے مخالف تھے اور ہیں کیا وہ امت میں نہیں؟
کیا ان کا اختلاف قرآن و سنت پر مبنی نہیں؟ ان کے خلوص اور نیت پر شبہ کے لئے کس کے پاس کیا جواز ہے؟

لیکن ان "مبلغین" نے پوری ڈھٹائی اور سفاکی کیساتھ ان مجرمین اور ملحدین کے مقابلہ میں دین کے کارکنوں اور جاں نثاروں کو مجرم قرار دیا، ان کو گالیاں دیں، ان کا معاشی بائیکاٹ کیا، مسجدوں اور مدرسوں سے ان کو نکالا گیا اور باقاعدہ میٹنگ میں ان کا ہر طرح مقاطعہ کر کے ان کو معاشرہ میں عموماً اور مذہبی حلقوں میں خصوصاً "علماء" دشمن گردانا گیا۔ میں پوچھتا ہوں

کیا وہ لوگ عالم نہیں تھے؟
کیا وہ لوگ دین کی خدمت نہیں کرتے تھے؟
کیا ان کے مدارس نہیں تھے؟
کیا وہ نمازیں نہیں پڑھتے تھے؟
کیا وہ دین کے لئے ایثار پیشہ نہیں تھے؟

ان میں کسی ایک سوال کا جواب بھی ان لوگوں کے پاس نہیں ہے!۔

میں یہ سمجھتا ہوں بلکہ میرا یقین و مشاہدہ ہے جو حق الیقین تک مجھے لے گیا ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے ان کافر نما سیاسی جماعتوں سے مفاہمت کی [illegible] ہمارے [illegible] وطن عزیز پاکستان میں

(۱) دین والوں کا احترام کم ہوا اور فاسقوں فاجروں کا احترام بڑھا۔

(۲) ان مفاہمت پیشہ پارٹیوں کے کارکن جو دین کے نام پر روٹیاں توڑتے ہیں ان کے دینی اعمال میں زبردست بھونچال آیا۔

ان کی نمازیں غائب، توبہ استغفار، تسبیحات غائب، تبلیغی امور غائب بلکہ ان سے نفرت۔

(۳) زکوٰۃ وصدقات کے اموال الیکشن پر صرف کئے گئے۔

(۴) مدارس میں دینی علوم کی دسترس کی بجائے پی پی پی کی طرز پر جتھہ بندی کی گئی اور مدارس دینیہ کی ساکھ خراب کی گئی۔ ان کا امن وسکون تباہ کیا گیا، بعض مدارس کے چندے بند کرائے گئے اور ان کو موت سے آشنا کیا گیا۔ مدارس دینیہ کو سیاسی بیت فارم کیطرح استعمال کیا گیا ان کی دینی حیثیت اور تقدس پامال کیا گیا۔

(۵) سیاسی جماعتوں سے مسجد ومدرسہ کے نام پر چندے لئے گئے جو سراسر حرام اور رشوت کا مال تھا پھر ان خطیر رقموں سے ہنڈا اکارڈ، پاجیرو اور لینڈ کروزر جیسی قیمتی گاڑیاں خرید کر مذہبی اجارہ داروں نے اپنا کمپلیکس ختم کیا اور یوں فساق وفجار کے غول بیابانی سے مفاہمت کے نتیجہ میں حظ ولطف حاصل کیا بالآخر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے وارث نمرِ تیم وزر میں غرق ہوگئے۔

نادیدنی کی دید سے ہوتا ہے خون دل

بے دست و پا کو دیدۂ بینا نہ چاہیئے

جب یہ بات بھی طے شدہ ہے کہ دین کی بقاء امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے عظیم کارنبوت میں ہی مضمر ہے اور موجودہ حالات کی خطرناکی وزیرنائی اور خانہ ویرانی اہل خانہ کی بدنظمی وبے تدبیری بھی مسلم ہے تو پھر وہ لوگ جو احساس زندہ دل اور درست سمت میں امت کی رہنمائی ورامت کو چھوڑنے کی فکر رکھتے ہیں ان کا خاموشی سے گھروں میں بیٹھ رہنا کہاں تک صحیح ہے۔ کیا اللہ کا حکم اور رسول اللہ ﷺ کے فرامین ان کے لئے کافی نہیں۔

الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبهم لذكر الله

ترجمہ: کیا ایمان والوں پر ابھی وقت نہیں آیا کہ گڑگڑائیں ان کے دل اللہ کی یاد سے۔

کیا اس آیت کے حکم کے بعد بھی آپ کو مزید کسی حکم کی ضرورت ہے؟

محمد رسول اللہ ﷺ کے ۲۳ سالہ کار نبوت کے بعد بھی آپ کو مزید کسی ہادی برحق کی ضرورت ہے؟

کیا قرآن وسنت کے ہوتے ہوئے بھی آپ کو کسی ہدایت کی ضرورت ہے؟

نہیں اور ہرگز نہیں!

ہمارا اللہ حی وقیوم ہدایت دینے والا اور ہمارا دین زندہ دین ہے، قیامت تک کے انسانوں کے لئے ہے۔

یعنی جب تک زندگی ہے زندگی کے آثار ہیں زندہ دین ہمارے ساتھ ساتھ ہے تو پھر ہمارے چپ رہنے سے صرف تلقین پر قناعت کرنے کا کیا جواز ہے؟ آؤ اللہ کے لئے اور امر بالمعروف نہی عن المنکر کا کام سنبھالئے یہ عزیمت کا راستہ ہے۔ اور عزیمت کی راہ میں ہی عظمتیں ملتی ہیں، عقبیٰ ملتا ہے اللہ ملتا ہے۔ مگر آہ! نہیں ملتا کوئی اللہ رسول ﷺ اور عقبیٰ کا طلبگار۔

درخواست گزار

عطاء المحسن

حکیم محمود احمد ظفر

ہندوستان میں عیسائیت کی یلغار — قسط ۱۰

پادری فنڈر نے ہندوستان آنے سے قبل "میزان الحق" تصنیف کر لی تھی۔ اس کتاب کا موضوع اسلامی عقائد اور ضروریات دین میں شک و ارتیاب کے کانٹے نکالنا تھا۔ چنانچہ اس میں اس نے اپنے پیش رو عیسائی مشنری پادری لی (LEE S REV) کی کتاب "عیسائیت اور اسلام کی مناظرانہ تحریریں"

TRACTS ON CHRISTIANITY AND MOHAMMEDANISM)

(CONTROVERSIAL

مطبوعہ کیمبرج ۱۸۲۴ء اور پادری چارلس فاسٹر (CHARLES FOSTER) کی تصنیف "راز اسلام طشت از بام" (MOHAMMEDANISM UNVEILED) مطبوعہ لندن ۱۸۲۹ء سے بہت فائدہ اٹھایا تھا۔ فنڈر کی کتاب "میزان الحق" سب سے پہلے شوش (SHUSHY) سے ۱۸۳۵ء میں شائع ہوئی اور اسکے بعد اس کا اردو ترجمہ مرزاپور سے ۱۸۴۳ء میں شائع ہوا۔ اس کتاب میں پادری فنڈر نے

اولاً یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ قرآن حکیم کی رو سے بائیبل بھی الہامی کتاب ہے اور یہ کہنا کہ متاخر الہام کے ذریعہ قدیم الہام منسوخ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان الوہیت سے بعید ہے کیونکہ حق تعالیٰ کو اس کی حاجت نہیں کہ وہ زمانہ کے تغیرات کے ساتھ اپنے احکامات میں کوئی ترمیم کرے۔

کتاب کا دوسرا باب جو کتاب کے نصف صفحات پر پھیلا ہوا ہے اس میں فنڈر نے عیسائیت کے عقائد اور اسکی تعلیمات کی وضاحت کرتے ہوئے یہ بتلانے کی کوشش کی ہے کہ عیسائیت کے پاس ایک مکمل ضابطہ اخلاق موجود ہے۔ جو ہر زمانہ کی ضرورت پوری کرنے کیلئے کافی ہے۔ کتاب کے آخری حصہ میں اسلام پر اعتراضات کئے گئے ہیں جن کا بڑا حصہ مذکورہ بالا پادری لی (LEE REV) اور پادری چارلس فاسٹر (FOSTER CHARLES) کی کتابوں سے لیا گیا ہے۔ اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں پیش گوئیوں سے انکار، قرآن حکیم کا بائیبل سے ماخوذ ہونا۔ تقدیر پر اعتقاد۔ گناہوں پر ندامت۔ معافی طلب کرنا نجات کیلئے کافی نہ ہونا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و اعمال پر اعتراضات کئے گئے ہیں۔ آخر میں ایک ضمیمہ ہے جس میں چھے افراد کے قبول عیسائیت کی روداد بیان کی گئی ہے۔

پادری فنڈر کا دوسرا مختصر کتابچہ "مفتاح الاسرار" ہے جس میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت اور تثلیث کی حقانیت ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مصنف نے اس کتابچہ میں اس بات پر خاص طور سے زور دیا ہے کہ قرآن کریم میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی جو صفات بیان کی گئی ہیں وہ ان کی الوہیت کی مظہر ہیں۔ تثلیث کے

ثبوت میں فنڈر کہتا ہے کہ مابعد الطبیعاتی نقطہ نظر سے وحدت کا وجود محال ہے۔ کیونکہ ایسی وحدت محض کسی شئی کے وجود تک محدود ہوگی۔ جو مجہول اور بے حرکت ہوگی۔ لہذا یہ ضروری ہے کہ ایسے کسی وجود کے ساتھ عقل اور ارادہ کو بھی شامل کیا جائے۔ فنڈر اس دلیل کو پیش کرتے ہوئے یہ نظر انداز کر دیتا ہے کہ عیسائیت تثلیث کے ذریعہ جن دو اشخاص کو الوہیت میں شریک کرتی ہے۔ وہ عقل اور ارادہ کی طرح صفات نہیں بلکہ وہ بذات خود ان صفات کے حامل وجود ہونے کے دعویدار ہیں۔

فنڈر نے جونہی اپنی کتاب "مفتاح الاسرار" لکھی اور وہ کتاب زیور طباعت سے مزین ہو کر لوگوں کے ہاتھوں میں آئی تو پھر تو دہلی، آگرہ اور لکھنؤ کے علماء کے ساتھ بحث و مناظرہ کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا۔ کئی مسلمانوں کے عقائد متزلزل ہو گئے۔ اس وجہ سے عیسائی مبلغین اور حکومت کی نگاہ میں پادری فنڈر کا وقار و اعتبار بڑھ گیا۔ خود فنڈر کو بھی اس بات پر فخر و غرور تھا کہ وہ فارسی اور اردو زبان سے واقف ہے۔

فنڈر کی تیسری تصنیف "طریق الحیات" تھی جس میں اس نے عیسائیت کے نقطہ نظر سے گناہ کی اصل حقیقت یا ماہیت اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی شہادت کے ذریعہ نجات پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ اس طرح سے یہ کتاب گویا "میزان الحق" کا تتمہ ہے جس میں اس نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ گناہ کے متعلق اسلام کا یہ نظریہ کہ وہ انسان کی ایک داخلی کمزوری ہے۔ جس پر توبہ اور عبادات کے ذریعہ فتح حاصل کی جا سکتی ہے۔ گناہ انسان کے ضمیر کو مردہ کر دیتا ہے۔ فنڈر کا کہنا ہے کہ گناہ صرف عمل کے ذریعہ ہی سرزد نہیں ہوتا بلکہ گناہ کیلئے انسانی رجحان اور ارادہ بھی قابل سزا ہے۔ جس سے صرف اور صرف سیدنا عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان کے ذریعہ ہی نجات مل سکتی ہے۔

فنڈر نے ان کتابوں کے علاوہ اردو زبان میں ایک رسالہ بھی جس کا نام "ثمر زندگانی" تحریر کیا تھا جس میں عیسائی عقائد و اخلاق سے متعلق اقتباسات جمع ہیں۔

فنڈر نے ہندوستان میں اپنی تبلیغی سرگرمیوں کا آغاز عوامی اجتماعات میں تقریروں سے کیا۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کی تقریبات، میلوں ٹھیلوں میں بھی وہ تقریریں کر کے اسلامی عقائد کے بارہ میں شکوک و شبہات کے کانٹے پیدا کرتا اور پھر سامعین کو یہ مشورہ دیتا کہ وہ مسیحی عقائد کو قبول کرلیں۔ جو شخص مسیحی عقائد پر ایمان لائے بغیر اس دنیا سے چلا جائے گا وہ گناہوں کا بوجھ اپنے سر پر لاد کر اس دنیا سے جائے گا۔

پادری فنڈر کی جرأت اس قدر بڑھ گئی تھی کہ وہ جامع مسجد دہلی کی سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر مسلح پولیس کی نگرانی و حمایت میں مسلمانوں اور اسلام کے خلاف تقریریں کر کے انہیں مسیحیت قبول کرنے کی دعوت عام دیتا۔ پولیس والے زبردستی دکانوں اور شاہراہوں سے لوگوں کو جمع کر کے پادری فنڈر کی تقریر سننے پر مجبور کرتے۔

پادری فنڈر کے تربیت یافتہ مبلغین دیہاتیوں میں بھی جا کر سادہ لوح دیہاتوں کو مسیحی مذہب کی دعوت دیتے۔ جنوبی ہند کے شہروں میں انگریزی زبان میں تعلیم یافتہ مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کو خطاب کیا جاتا۔ فنڈر کے کام میں وہ لوگ خاص طور پر معاون و مددگار ہوتے جو اسلام سے مرتد ہو کر عیسائی بن چکے تھے۔ ان لوگوں میں صفدر علی، عمادالدین، سید عبداللہ آتھم، منشی محمد حنیف، موتی تمد مسیح کے ساتھ ڈاکٹر برخوردار خان قابل ذکر ہیں۔

پادری فنڈر کی تبلیغ واشاعت کا دوسرا طریقہ یہ تھا کہ اس نے اپنے ان کتابوں جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ اور ان کے اردو ترجموں کو وسیع پیمانے پر مسلمانوں خصوصاً علماء کے طبقہ میں تقسیم کیا، کیونکہ حکومت وقت کا پورا خزانہ اس کے لئے کھلا تھا۔ روپے پیسے کی کوئی کمی نہ تھی۔ حکومت برطانیہ نے اپنے اس مذہب کی نشرواشاعت کیلئے تمام وسائل اس کو مہیا کئے ہوئے تھے۔ فنڈر کی یہ کتابیں جب عوام اور طبقہ علماء میں پہنچیں تو انہیں سخت تشویش ہوئی۔ ہندوستان کی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ کفر نے اسلام کو کھلا چیلنج کیا تھا اور اہل کفر نے اس طرح اہل اسلام کو اور خصوصی طور پر علماء کے طبقہ کو دعوت ارتداد دی تھی۔ اور دعوت بھی ایسی جسے حکومت وقت کی بھرپور حمایت حاصل تھی اور حکومت کے تمام ذرائع اس کی پشت پر تھے۔ علماء کو خطرہ تھا کہ کہیں عوام ترغیب و ترہیب یا طمع و خوف میں اسلام کو چھوڑنا شروع نہ کر دیں یا ان کتابوں کے کسی مغالطہ یا دلیل سے متاثر ہو کر اسلام کے بارہ شکوک و شبہات اپنے ذہن میں پیدا نہ کر لیں۔ چنانچہ علمائے اسلام نے ان کتابوں کے اور خصوصی طور پر "میزان الحق" (جو کہ اصل کتاب تھی اور فنڈر کی دوسری کتابیں اسی کی تشریح و تفصیل تھیں) کے جوابات دینے شروع کئے۔

سب سے پہلے شمال مغربی صوبہ جات کی محمڈن سوسائٹی (MOHAMMEDAN SOCIETY OF THE NORTH WESTERN PROVINCES) نے ان کتابوں خصوصاً "میزان الحق" کے جواب میں چند مختصر کتابچے شائع کئے۔ لیکن ان میں فنڈر کے اعتراضات کے شافی اور مدلل جواب دینے کے بجائے اکثر اعتراضات کے بارہ میں صرف یہ کہا گیا تھا کہ اس نے جو دلائل دیئے ہیں وہ ناقابل فہم ہیں۔

پادری فنڈر نے اپنی تصنیفات کے نسخے دربار اودھ سے منسلک مجتہد سید علی کو بھی ۱۸۴۲ء میں ارسال کئے تھے۔ شیعہ مجتہد سید علی نے فنڈر کی فارسی دانی کی تعریف کرتے ہوئے یہ خیال ظاہر کیا کہ ان کتابوں کو تحریر کرنے میں کسی اہل زبان کی خدمت سے فائدہ اٹھایا گیا ہے۔ انہوں نے اپنے ایک شاگرد سید محمد ہادی (جو مذہباً سنی العقیدہ تھے) کو پادری فنڈر کا جواب لکھنے پر مامور کیا۔ سید محمد ہادی نے ۲۲۲ صفحات پر مشتمل ایک کتاب تحریر کی جو "مفتاح الاسرار" کے جواب میں تھی۔ یہ کتاب ۱۸۴۵ء میں لکھنؤ سے شائع ہوئی۔

یہ کتاب اگرچہ فارسی میں تھی لیکن اس میں طویل عربی عبارتیں اور اقتباسات نقل کئے گئے تھے۔ اگرچہ اس میں فنڈر کی کتاب "مفتاح الاسرار" کا مدلل جواب دیا گیا تھا اور خود سیدنا عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقوال سے عیسائی عقائد کی تکذیب و تردید کی گئی تھی۔ لیکن "میزان الحق" میں اسلام پر کئے گئے اعتراضات سے بحث نہیں کی گئی تھی۔ بلکہ اسے "میزان الباطل" سمجھ کر اس سے اعراض برتا گیا تھا۔

اسی زمانہ میں پادری فنڈر کی سید رحمت علی (۱) اور محمد کاظم علی سے خط و کتابت ہوتی رہی۔ جو ۱۸۴۲ء سے شروع ہو کر ۱۸۴۴ء یا ۱۸۴۵ء تک چلتی رہی۔ یہ سلسلہ اس وقت ختم ہو گیا جب پادری فنڈر نے جواب دینے سے

---

۱ سید رحمت علی اور مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ دو مختلف شخصیات ہیں۔ لیکن اہل مغرب نے ان دونوں کو خلط ملط کر دیا ہے تاکہ لوگ دونوں حضرات کو ایک شخصیت ہی سمجھنے لگیں، حالانکہ سید رحمت علی وہ ہیں جن سے پادری فنڈر کی صرف خط و کتابت ہوئی تھی جبکہ مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ نے باقاعدہ زبانی مناظرہ کر کے فنڈر کو شکست فاش دی تھی۔ اس طریقہ سے انگریز مورخین پردہ ڈالنا چاہتے ہیں اور بجائے مولانا رحمت اللہ کے سید رحمت علی کا نام لیتے ہیں تاکہ پادری فنڈر کی شکست کا ذکر نہ آنے پائے۔

انکار کر دیا۔ ایک روایت اس سلسلہ میں یہ ہے کہ ماسٹر رام چند (نوعیسائی) اور سائمن ڈیزر نے بے سروپا اعتراضات کی بارش شروع کردی اور کھلم کھلا یہ کہنے لگے کہ نعوذ باللہ "جو کتاب اسلام کے رسول ﷺ نے دنیا کو دی ہے۔ اس کا کلام اللہ ہونا ظاہری اور باطنی سند سے خارج ہے"۔ (ملاحظہ ہو مخطوطہ بوڈلین لائبریری آکسفورڈ نمبر ۲۱۷ـ (MS MILL) تو محمد کاظم علی سجادہ نشین درگاہ حضرت سلیم چشتی آگرہ، سید رحمت علی اور رئیس الاحرار حضرت مولانا حسرت موہانی کے جدامجد مولانا آل حسن نے ۱۸۴۳ء میں پادری فنڈر کو باقاعدہ چیلنج کیا اور پبلک مناظرہ کی دعوت دی، لیکن پادری فنڈر کا تبادلہ پشاور ہو گیا یا کر دیا گیا اور عیسائی سرگرمیاں نسبتاً ہلکی پڑ گئیں۔ لیکن شرارت انگیز رسالوں اور کتابوں نے فضا کو نہایت مکدر کر دیا ہوا تھا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ محمد کاظم علی، سید رحمت علی مولانا آل حسن نے پہلے تو پادری فنڈر کو زبانی مناظرے کا باقاعدہ چیلنج کیا لیکن جب پادری فنڈر کا پشاور تبادلہ ہو گیا تو مولانا سید رحمت علی اور محمد کاظم نے فنڈر سے خط و کتابت شروع کر دی۔

دو تین سال تک یعنی ۱۸۴۵ء تک خط و کتابت کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ آخر پادری فنڈر نے ان حضرات کے خطوط کا جواب دینا بند کر دیا۔ فنڈر کا جواب دینے سے انکار اس وجہ سے تھا کہ اسکے پاس ان دونوں حضرات کے سوالوں کا جواب نہیں تھا۔

ان خطوط میں محمد کاظم علی مرحوم نے فنڈر سے یہ سوال کیا تھا کہ جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے خود ہی یہ کہا تھا کہ وہ بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی ہدایت کیلئے آئے ہیں تو پھر ان کے متعلق یہ کہنا کہ وہ ساری دنیا کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ کیا ان کی تکذیب نہیں ہے؟ اس سوال کے جواب میں پادری فنڈر کو بالآخر یہ اقرار کرنا پڑا کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت اصلاً یہودیوں کے لئے تھی اور ان کی تعلیمات ان کی دنیوی زندگی میں (یعنی مصلوب ہونے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے سے پہلے) تکمیل کو نہیں پہنچی تھیں۔ مولانا سید رحمت علی اور محمد کاظم علی نے اپنے خطوط میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت اور ان کے حواریوں کے الہام اور نبی آخرالزمان ﷺ کے بارہ میں بائیبل کی پیش گوئیوں کے متعلق مسائل بھی اٹھائے۔ لیکن پادری فنڈر ان کا کوئی شافی اور کافی جواب نہیں دے سکا تھا۔ کیونکہ حق حق ہوتا ہے اور باطل باطل۔ اور باطل حق کا سامنا نہیں کر سکتا۔

پادری فنڈر اور آگرہ کے مولانا سید علی حسین کے درمیان بھی اسلام اور عیسائیت کی حقانیت کے بارہ میں خط و کتابت ہوتی رہی تھی جسے مرزا پور کے ایک مشنری ماہنامہ "خیر خواہ ہند" نے شائع کیا تھا۔ مولانا سید علی حسین نے بعد میں رد عیسائیت پر ایک کتاب بھی لکھی تھی جو غالباً لکھنؤ سے شائع ہوئی تھی۔ لیکن اس کے بارہ میں کوئی تفصیل دستیاب نہیں ہو سکی۔ اسی زمانہ میں لکھنؤ میں کسی نامعلوم شخص نے پادری فنڈر کی تصنیفات کے جواب میں "خلاصہ صولت الضیغم" کے نام سے ۱۸۴۳ء مطابق ۱۲۵۸ھ میں ایک کتابچہ شائع کیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کتابچے کا مصنف ایسٹ انڈیا کمپنی کا کوئی ملازم تھا جس نے اپنا نام ظاہر کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

جن ہندوستانی علماء نے فنڈر کی کتاب "میزان الحق" کی تردید میں کتابیں لکھیں ان میں ناصر الدین ابوالمنصور دہلوی، اور شیخ محمد آل حسن رضوی شامل ہیں۔ لیکن حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی کی شخصیت

اور تصنیفات نے عیسائی مبلغین اور عیسائی دعوت و تبلیغ کی راہ میں کوہ گراں کھڑا کر دیا۔

سید آل حسن رضوی کی کتاب استفسار کے مطالعہ سے فنڈر نے اندازہ لگا لیا کہ اسکی کتاب "میزان الحق" میں کچھ بنیادی خامیاں ہیں۔ اس لیئے اس نے اپنی کتاب کا از سر نو جائزہ لے کر بعض عبارتوں کو حذف کر کے آگرہ سے فارسی میں نیا ایڈیشن ۱۸۴۹ء میں شائع کر دیا۔ اس کے ایک سال بعد ۱۸۵۰ء میں اردو ترکی ایڈیشن بھی شائع ہو گیا۔

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور دیگر علماء نے "میزان الحق" پڑھنے والوں کو متنبہ کیا کہ اس کتاب میں بعض مقامات پر نقل اصل کے مطابق نہیں ہے۔ جو شخص اس ترمیم و اضافہ سے واقف نہیں وہ یہ سمجھے گا کہ تردید اور نقل کرنے والوں نے عبارت کے نقل کرنے میں غلطی کی ہے۔ حالانکہ یہ بات نہیں ہے بلکہ تردید کرنے والوں نے جو عبارتیں نقل کی ہیں وہ صحیح اور درست ہیں۔ البتہ میزان الحق کے مصنف نے ان عبارتوں کو نئے ایڈیشن میں یکسر تبدیل کر دیا ہے جن کے جوابات علماء نے دے دیئے تھے۔ جب پادری فنڈر کو اپنے دلائل کے بودے پن کا احساس ہوا تو اس نے ان عبارتوں کو اس طرح حذف کیا تا کہ یہ پتہ نہ چل سکے کہ کون سی عبارت کس ایڈیشن میں تھی۔ نئے ایڈیشن میں پرنٹ لائن اور سن طباعت بھی نہیں۔

پادری فنڈر کے جواب میں جتنی بھی کتابیں اس وقت تک لکھی گئی تھیں ان میں سے کسی میں بھی اس کے اعتراضات خصوصاً میزان الحق کا مدلل اور شافی جواب موجود نہیں تھا بالآخر ۱۸۵۴ء میں پادری فنڈر اور حضرت مولانا کیرانوی کے درمیان آگرہ میں مناظرہ ہوا جس میں فنڈر لاجواب ہو کر مناظرہ کے آخری دنوں میں گھر بیٹھ رہا۔ جو کہ اس کی شکست کا ایک واضح اعتراف تھا۔

ڈاکٹر سنگلر نے پادری فنڈر کی "میزان الحق" کو منقح کر کے چوتھی مرتبہ اسے طبع کیا۔ اس نے اس کے مقدم کو مؤخر اور مؤخر کو مقدم کر دیا۔ اسکے مضامین میں کافی ردو بدل کیا۔ اس میں بہت سا حک و اضافہ بھی کیا اور یہ بتانے کی کوشش کی کہ یہ سب کچھ علمی انکشافات کی وجہ سے کیا گیا ہے۔ ایک قاری اس کتاب کے مختلف ایڈیشنوں میں بنیادی اختلافات پاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کے نئے ایڈیشن پرانے اور قدیم ایڈیشنوں کے ناسخ ہیں۔ جدید ایڈیشن ویسے بھی حجم و ضخامت میں قدیم ایڈیشنوں سے چھوٹے ہیں۔

ڈاکٹر سنگلر نے میزان الحق کا یہ آخری ایڈیشن منقح اور تمام غلط حوالوں اور باتوں کی جھاڑ جھنکار سے صاف کر کے عربی زبان میں مصر سے شائع کیا۔ لیکن اس نے اس میں اس کا سن طباعت نہیں بتایا اور نہ کوئی پرنٹ لائن اس پر لگائی۔ نہ اس پر مؤلف کا نام لکھا اور نہ ہی ایڈیٹ کرنے والا کا جیسا کہ ان لوگوں کی اکثر کتابوں میں عادت ہوتی ہے۔ اس کتاب کا صرف ایک نسخہ دار الکتب المصریہ میں نمبر ۸۸ لاهوت ۶۲۳/۱۹۹۹ کے تحت موجود ہے۔ یہ نسخہ کئی اہم معلومات سے خالی ہے اور صفحات کے نمبروں میں بھی بہت سی اغلاط کا ارتکاب کیا گیا ہے۔

۱۹۸۳ء میں سوئیٹزرلینڈ کے شہر باڈل کے مرکز الشبیبہ نے میزان الحق کو کئی زبانوں میں طبع کیا۔ ان میں عربی زبان کا نسخہ تین چھوٹے چھوٹے حصوں میں جن میں مسلسل صفحات لگے ہوئے ہیں۔ نہایت خوبصورت طریقے سے طبع کیا ہے۔ اس عربی ایڈیشن کے بارہ میں بتایا گیا ہے کہ یہ تیسرا ایڈیشن ہے۔ لیکن پرنٹ لائن اس پر بھی نہیں دی گئی۔ چنانچہ نہ سن طباعت ہے نہ پریس کا نام اور نہ ہی وہ شہر جہاں اسکی طباعت ہوئی ہے۔

اس ایڈیشن میں سابقہ ایڈیشنوں کے بہت سے مقامات پر اضافہ اور حذف کیا گیا ہے اور بعض فصلیں بھی زیادہ کردی گئی ہیں۔ اس ایڈیشن کے پہلے حصہ پر جلی خط میں یہ عبارت لکھی ہے۔ "لا تحریف فی التوراۃ والانجیل" (انجیل اور تورات میں کوئی تحریف نہیں ہوئی) یہ حصہ ۱۶۳ صفحہ تک ہے۔ دوسرے حصہ کے شروع میں لکھا ہے "کیف تخلص ایھا الانسان" (اے انسان! تیری نجات کس طرح ہے) یہ حصہ ۲۹۵ صفحات تک ہے اور تیسرے حصہ کے شروع میں لکھا ہوا ہے "کیف تعرف دین الحق" (دین حق کی معرفت ہمیں کیسے ہو سکتی ہے؟) اور یہ حصہ ۴۸۴ صفحات تک جاتا ہے۔

دارالکتب المصریہ اور سوئیٹزرلینڈ کے اس مطبوعہ نسخہ میں اس قدر فرق ہے کہ دونوں نسخوں کو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو مصنفین کی دو مختلف کتابیں ہیں۔ اور ان دونوں ایڈیشنوں کے مابین بعد المشرقین ہے۔

دارالکتب المصریہ، قاہرہ میں میزان الحق کا جو نسخہ موجود ہے اس کے جائزے سے معلوم ہوتا ہے کہ مقدمہ میں تین فصلیں ہیں اور پوری کتاب تین ابواب اور پندرہ فصول پر مشتمل ہے۔ چند مرکزی عنوانات اس طرح ہیں:
انسان کی روحانی ضروریات اور قلبی شوق کی تسکین دنیوی لذتوں سے ممکن نہیں۔ عقل انسانی سے خدا کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی۔ عہد قدیم اور عہد جدید کی کتابیں نہ تو منسوخ ہیں اور نہ ہی ان میں تحریف ہوئی ہے۔ قرآن حکیم تورات اور انجیل کے منزل من اللہ ہونے کی تصدیق کرتا ہے۔ تورات وانجیل میں کبھی نسخ نہیں ہوا۔ مسیح نے نجات کا راستہ کیسے تلاش کیا۔ تورات اور انجیل کے کلام اللہ ہونے کے دلائل۔ دنیا میں مسیحی تعلیمات کیسے پھیلیں۔ کیا مسلمانوں کا یہ دعویٰ صحیح ہے کہ محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی رسالت کی پیش گوئی تورات و انجیل میں کی گئی تھی؟ قرآن کے معانی و احکام اور خبریں۔ محمد ﷺ کے اوصاف اور ان کے اعمال۔ اسلام کیسے پھیلا۔ وغیرہ وغیرہ۔

تحریک آزادی کے نامور رہنما اور صاحب طرز ادیب مفکر احرار چودھری افضل حق کی خود نوشت سوانح

میرا افسانہ

قیمت ۱۱۰/- روپے

رعائتی قیمت ۶۰/- روپے
ڈاک خرچ ۱۰/- روپے

چالیس برس بعد دوبارہ شائع ہو گئی ہے

○ میرا افسانہ ○ ایک عہد اور ایک زمانے کی سوانح ○ آزادی کے مجاہدوں کا تذکرہ
کمپیوٹر کتابت، اعلیٰ طباعت، خوبصورت جلد صفحات ۲۰۸ قیمت ۱۱۰ روپے

ابو معاویہ مفتی منظور احمد تونسوی (رئیس الافتاء جامعہ قاسم العلوم ملتان)

ایک شیعہ کے تیس ۳۰ سوال اور اُن کے جوابات

(قسط نمبر ۳)

ثالثاً۔ واقعات سے ثابت ہے کہ جناب علیؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بلافصل خلیفہ نہیں بنے بلکہ پچیس برس کے فاصلہ کے بعد مسند خلافت پہ جلوہ افروز ہوئے مگر کس قدر ظلم ہے کہ دن میں پانچ وقت عبادت گاہوں میں کھڑے ہو کر باوضو اور قبلہ رخ اعلانیہ جھوٹ بولا جاتا ہے کہ:

خلیفتہ بلافصل۔

کس قدر جسارت و سینہ زور ہے کہ روشن دن کو تاریک رات کہا جا رہا ہے۔

دلبرا سخن شناس نہ خطا ایں جا است

سمجھ میں ہی نہیں آتی ہے کوئی ذوق بات انکی
کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے

رابعاً۔ سبحان اللہ جناب علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کی کیسی قطعی اور یقینی دلیل ہے کہ مسٹر آزبیل فریزر ٹیلر نے کہدیا ہے کہ خلافت جناب امیرؓ کا حق تھا"۔

سوال نمبر ۲۵۔ کیا حضرت علیؓ کے علاوہ اصحاب ثلاثہؓ میں سے کسی صاحب نے یہ دعوی کیا ہے کہ "سلونی" یعنی جو کچھ مرضی ہو مجھ سے پوچھ لو؟ رسول کریم نے فرمایا علیؓ میرے علم کا خزانہ ہے کیا شیعوں نے اس خزانہ سے فیض حاصل کر کے غلطی کی ہے؟

جواب۔ یہ صحیح اور معتبر روایت میں نہیں ہے۔ محض ایک مفروضہ ہے اور مفروضے جتنے چاہو بناتے چلے جاو۔ آپکو کون روک سکتا ہے؟ یہ تو ڈوبتے کو تنکے کا سہارا والی بات ہے۔

ثانیاً۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علمی کمالات سے کون منکر ہے وہ واقعی مدینۂ علم کے باب تھے۔ لیکن اس سے دیگر اصحابؓ کے علم کی نفی لازم نہیں آتی۔ حضرت علیؓ جس مدینۂ علم کے باب تھے۔ صدیق اکبرؓ اسی مدینۂ علم کی اساس تھے اور فاروق اعظمؓ بھی اسی مدینۂ علم کی دیواریں تھے اور عثمان غنیؓ اسی مدینۂ علم کی چھت تھے۔ یہ کس قدر ناانصافی ہے کہ آدمی باب کو تو لازم پکڑے لیکن اساس و بنیادوں کو نظر انداز کر دے۔

بسیر تا برہی اے حسود کہیں رنجیست
کہ از مشقت او جز بمرگ نتواں رست
ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

سوالنمبر ۲۶- صراط مستقیم کن لوگوں کی راہ ہے؟
جواب- صراطِ مستقیم انعام یافتہ لوگوں کی راہ ہے۔
صراط الذین انعمت علیہم الایہ۔
اے اللہ ان لوگوں کو راہ پر چلا جن پر تیرا انعام ہوا۔
منعم علیہم کون لوگ ہیں؟
قرآن مجید نے خود تصریح فرما دی کہ وہ انبیاء علیہم السلام، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں۔
ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبین والصدیقین والشہدآء والصلحین۔ وحسن اولئک رفیقاً۔ پ ۵۔
اور حدیث صحیح میں خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے راستہ پر چلنے کا حکم فرمایا گیا ہے۔
معلوم ہوا کہ انہیں حضرات کا راستہ صراطِ مستقیم ہے۔
علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین الحدیث۔
اور ایک حدیث میں تمام صحابہؓ کے راستہ کو صراطِ مستقیم فرمایا گیا ہے۔
اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم۔ الحدیث۔
آیت قرآنی سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔
فان امنوا بمثل ما امنتم بہ فقد اھتدوا۔ الایتہ پ ۱
واذا قیل لھم امنوا کما امن الناس۔ الایہ پ ۱۔
ترجمہ۔ اور جب کہا جاتا ہے ان سے کہ ایمان لاؤ جیسا ایمان لائے ہیں لوگ۔ اور ایک روایت میں صرف ابوبکرؓ و عمرؓ کی اقتداء و تابعداری کا حکم دیا گیا ہے۔ اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکرؓ و عمرؓ الحدیث مشکوۃ یعنی میرے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ کی اتباع و اطاعت کرنا۔
سوالنمبر ۲۷- جناب فاطمہ الزہراؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کا میں ولی ہوں اس کا علیؓ بھی ولی ہے جس کا میں امام ہوں اس کا علیؓ بھی امام ہے۔ بتائے اصحابؓ رسول صلی اللہ علیہ وسلم علیؓ کو ولی اور امام مانتے تھے یا نہیں؟ اگر مانتے تھے تو بتایئے پھر انہوں نے علی کو ولی اور امام کیوں تسلیم نہ کیا؟ اگر انہوں نے علیؓ کو ولی بھی نہ مانا اور امام بھی نہ مانا تو پھر شیعوں کا عقیدہ صحیح ہوا لہذا اختلاف کیسا؟
جواب- یہ روایت کسی کتاب میں بھی سند صحیح اور ثقہ (معتبر) راویوں سے مروی نہیں۔ رئیس المحدثین حافظ زیلعی (متوفی ۷۶۲ھ) اپنی مایہ ناز کتاب نصب الرایہ میں بسم اللہ بالجہر کی بحث میں لکھتے ہیں۔
واحادیث الجہر وان کثرت رواتہا لکنہا کلہا ضعیفۃ وکم من حدیث کثرت رواتہ

وتعددت طرقه وهو حديث ضعيف لحديث الطير وحديث الحاجم المحجوم و حديث من كنت مولاه فعلي مولاه قدلا يزيد كثرة الطرق الاضعفا۔ نصب الرايه ج١۔ ص ٣٦٠ مطبوعه مصر۔

ترجمہ۔ نماز میں بسم اللہ جہر سے پڑھنے کی روایات اگرچہ بہت ہیں لیکن وہ سب کی سب ضعیف ہیں اور یہ اسی طرح ہے جیسے کہ حدیث:

من كنت مولاه فعلي مولاه الخ۔

بلکہ بعض اوقات کثرت طرق بجائے اس کے کہ نقصان کی تلافی کرے اور اس کو پورا کر دے اس ضعف کو اور بڑھا دیتا ہے۔

حافظ ابن تیمیہؒ اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں۔

فلا يصح من طريق الثقات اصلاً الخ منهاج السنته ج ۴ ص ۸۶۔

یعنی یہ روایت ثقہ اور معتبر طریقے سے ہر گز ثابت نہیں۔

ثانیاً۔ اشجع الکائنات، افصح الفصحا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسا گول مول جملہ استعمال کرنے کی ضرورت کیا تھی۔ آپ ﷺ تو صاف طور پر فرما دیتے کہ میں خدا کا پیغمبر ہوں اور علیؓ میرے بعد میرے خلیفہ اور جانشین ہوں گے۔

من كنت مولاه فعلي مولاه

کی بجائے اعلان فرماتے

يامعشر المسلمين انا رسول الله وعلى خليفتي بعد وفاتي۔

اس صاف اور واضح اعلان سے آخر کیا مانع تھا جبکہ بقول شیعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ولایت علیؓ کے اعلان کا خود خدا نے حکم فرمایا کہ:

ياايها الرسول بلغ ماانزل اليك من ربک فان لم تفعل فما بلغت رسالته والله يعصمك من الناس۔

الایہ پ ٦ سورہ المائدہ ع ١٠۔ یہ آیت اسی بارے میں نازل ہوئی۔

اے رسول ﷺ جو حکم تیرے رب نے تجھے دیا ہے اس کی تبلیغ کر دیجئے اگر آپ ﷺ نے ایسا نہ کیا تو حق رسالت کا ادا نہ کیا اور خدا لوگوں کے شر سے تجھے بچانے والا ہے۔ اعلانِ حفاظت کے بعد بھی حضور ﷺ نے علیؓ کی خلافت بلافصل کا حکم نہ پہنچایا اور گول مول کر گئے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

لیکن شیعہ ایمان سے کہیں کہ اس حدیث اور آیت میں کون سا لفظ ایسا ہے؟ جس سے جناب علیؓ کی خلافت بلافصل اور ولایت عامہ پر استدلال کیا جاسکتا ہے۔ بریں عقل و دانش بباید گریست جہاں تک تعلق ہے لفظ مولیٰ سے خلافت بلافصل پر استدلال پکڑنے کا تو یہ محض بے اصل بات ہے۔ کیونکہ مولیٰ کے معانی جو اہلِ لغت نے بیان کئے ہیں ان میں خلیفہ بلافصل کا معنی نہیں پایا جاتا۔ چنانچہ لغت عربی کی مستند کتاب قاموس میں لفظ مولیٰ کے معنی لکھتے ہیں۔

المولى المالك والعبد والصاحب. والقريب كابن العم ونحوه، والجار، والحليف، والابن والعم، والشريک، والرب، والناصر والمحب. والتابع، والصهر۔ الخ قاموس ج ۴۔ ص ۴۰۲۔

مولیٰ کے معنیٰ مالک اور غلام اور صاحب اور قریبی رشتہ دار جیسے چچازاد بھائی وغیرہ اور پڑوسی اور حلیف اور بیٹا اور چچا اور شریک (ساجھی) اور آقا اور مددگار اور داماد ہے۔

آپ بتایئے کہ مولیٰ کا معنی اولیٰ بالتصرف مراد لیکر ولایت علیؓ پر استدلال کرنا کونسی لغت کی کتاب میں لکھا ہے۔ اس جگہ سوائے محب کے اور کوئی معنی موزوں نہیں ہوسکتا چنانچہ۔

وال من والده و عاد من عاداد الخ۔

اس بات پر قوی قرینہ ہے کہ روایت مندرجہ بالا میں لفظ مولیٰ کا معنی دوست اور محب کا ہی ہے۔ اور اس سے کسی کو انکار نہیں۔

ظفر نے قصۂ زلف دراز جاناں کو
کیا بیان تو کیا کیا ، بیان میں الجھا

سوال نمبر ۲۸۔ ترمذی نے روایت کیا ہے کہ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت) حسن و حضرت حسین (رضی اللہ عنہما) کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا جو شخص مجھے اور ان دونوں کو اور ان کے ماں باپ کو پیار رکھے گا وہ قیامت کے دن میرے درجہ میں ہوگا؟

جواب دیجئے محبت پنجتن پاک کا درجہ بلند ہے یا ان کے مخالفین کی مودۃ کا؟ فرمایئے جب امت نے سیدۃ الزہراؓ کو ناراض کیا تو حضور اور خدا غضبناک ہوئے کہ نہیں؟

جواب۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا علیؓ اور سیدۃ الزہراؓ اور حسنینؓ کریمین کی محبت ہمارا دین و ایمان ہے۔ ہم اہل السنۃ والجماعۃ نہ تو محب مفرط ہیں اور نہ مبغض کیونکہ یہ دونوں فریق مستحق لعنت ہیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا تھا:

سیهلک فی صنفان محب مفرط یذهب بہ الحب الی غیر الحق و مبغض مفرط یذهب بہ البغض الی غیر الحق و خیر الناس فی حال النمط الاوسط فالزموہ۔ والزموا السواد لاعظم فان یداللہ علی الجماعۃ وایاکم والفرقۃ فان الشاذ من الناس للشیطان الخ نہج البلاغہ ج ۲ ص ۱۵۳۔

ترجمہ۔ میرے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہوں گے۔ ایک دعویٰ محبت میں حد سے بڑھ جانے والے اور دوسرے بغض کی وجہ سے بہت کم کرنے والے اور سب سے بہتر میرے بارے میں درمیانی قسم کے لوگ ہیں۔ پس اسی حالت کو لازم پکڑو اور سب سے بڑی جماعت کے ساتھ رہو۔ کیونکہ جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ خبردار ان (جماعت مسلمین، سواد اعظم) سے علیحدگی اختیار نہ کرنا۔ کیونکہ ایسا انسان شیطان کے حصے میں آجاتا ہے۔ الحمدللہ ہم نے محبت کے دعویٰ میں حد سے بڑھنے والے رافضی ہیں اور نہ ان حضرات کی شان میں کمی کرنے والے خارجی ہیں بلکہ درمیانی جماعت یعنی اہل السنۃ والجماعۃ سے ہیں جس کی اتباع و اقتداء کا حکم فرمایا ہے۔

بس اک ہی حرف سے دونوں فرقوں کا خروج
خاؔ خر سے خارجی راہ خر سے رافضی

ثانیاً- پھر یا تم یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص اہلِ بیت سے پوری طرح محبت کرتا ہو اور پھر وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو برا بھلا کہے۔ اہلبیت سے مخلصانہ محبت کا تقاضا ہی یہ ہے کہ ان تمام نفوسِ قدسیہ سے بھی محبت ہو جنہیں اہل بیت اطہار نے اپنا بزرگ، امام، رہنما، دوست یا رفیق سمجھا۔

اگر کوئی شیعہ اہلِ بیتؓ سے سچی اور مخلصانہ محبت رکھتا ہے تو اس کی موت اس وقت تک نہیں ہو گی جب تک کہ وہ اہلِ سنت والجماعتہ نہ ہو جائے یعنی اصحابؓ رسول ﷺ و ازواجؓ رسول ﷺ کی محبت اس کے دل میں راسخ نہ ہو جائے۔ اور ہر محب اہلِ بیت کو مرنے کے وقت اہل سنت وجماعت کے عقیدے کو ہی تسلیم کرنا پڑتا ہے۔

شیعہ حضرات کی اپنی معتبر اور معتمد کتاب جامع الاخبار فصل نمبر ۱۳۱ میں یہ حدیث موجود ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

من مات علی حب ال محمد مات علی السنۃ والجماعتہ الخ۔

ترجمہ۔ جو شخص حضرات آل محمد کی محبت ساتھ لے کر مر جائے اسکی موت اہل سنت والجماعتہ کے عقیدہ پر ہی ہوتی ہے۔

ثالثاً- سیدہ الزہرا رضی اللہ عنہا کو امت کے کسی فرد نے ناراض نہیں کیا سب جھوٹ اور افترا کی کہانیاں ہیں۔ بی بیؓ صاحبہ کے ناراض کرنے کی نسبت شیخین رضی اللہ عنہما کی طرف ایسے ہی غلط ہے جیسے حضرت علیؓ کی طرف نسبت کرنا غلط ہے؟ چنانچہ ملا باقر مجلسی شیعہ مجتہد نے جلاء العیون (مطبوعہ ایران) کے صفحہ ۱۹۳، ۱۴۱، ۱۶۴ اور ۳۲۶ پر ایسے کئی واقعات نقل کئے ہیں کہ سیدہ فاطمہؓ نے حضرت علی المرتضیٰؓ کے خلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کئی دفعہ شکایت کی اور کئی موقعوں پر ناراضگی کا اظہار کیا۔ لیکن اس باہمی نزاع اور جھگڑوں سے حضرت علی المرتضیٰؓ اور سیدہ فاطمہؓ کی شان میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں معاملہ نیتوں پر مبنی ہے۔

ان اختلافات میں بھی ان حضرات کی نیت مبنی بر خیر تھی۔ ان میں اگر کبھی باہمی اختلافات بھی ہوئے ہوں اور خاوند بیوی جو پوری زندگی کے ساتھی ہوتے ہیں تو ان میں بتقاضائے بشریت کچھ غلط فہمیاں اور اختلافات پیدا ہو جائیں تو ہمیں پھر بھی یہی چاہیئے کہ ان معاملات میں دخل نہ دیں ان بزرگوں اور صحابہ کرامؓ کے باہمی مشاجرات کو کچھ وقتی حالات اور کچھ وقتی غلط فہمیوں پر محمول کریں اور مجموعی طور پر یہی طریقہ رکھیں کہ ان سب حضرات کی نیات خیر کی تھیں اور ان کی مجموعی زندگی رب العزت کے ہاں نہایت اعلیٰ درجہ کی مقبول تھی ان کے باہمی اختلافات میں زیادہ دخل دینا ایمان کو کمزور کرنا ہے ان سے بچنا چاہیئے یہی سلامتی کا رستہ ہے ورنہ:

"من اغضب فاطمتہ فقد اغضبی"

کہ جس نے فاطمہؓ کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا اور جس نے مجھے ناراض کیا اس نے خدا کو ناراض کیا کی زد میں حضرت علیؓ بھی آجائیں گے معاذ اللہ ثم معاذ اللہ ہم تو یہی کہتے ہیں کہ صحابہ کرام ﷺ کے باہمی نزاعات، مشاجرات کی تفصیل میں جانا ہمارے لئے مناسب نہیں علاوہ ازیں، حضرت سیدہ فاطمہؓ کی بعد کی رضامندی پہلے سب اختلاف و نزاع اور ناراضگی کو دھو ڈالتی ہے۔

رابعاً- شیعہ کتب میں لکھا ہوا ہے کہ سیدہ فاطمہؓ کو جب علیؓ کے ساتھ اپنے نکاح ہونے کا پتہ چلا تو ناراض ہو گئیں اور حضرت علیؓ کے حلیہ مبارک اور مالی پوزیشن پر بھی بحث کی ہے۔

لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا حضرت علیؓ کے ساتھ شادی کرنے کو تشویش اور ناراضگی کے ساتھ دیکھنا یہ محض وقتی طور پر ہوا تھا بعدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سمجھانے سے وہ تشویش اور ناپسندیدگی وناراضگی دور ہوگئی تھی۔ اس طرح اگر صدیقِ اکبر اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہما سے کبھی سیدہؓ وقتی طور پر ناراض ہوئی بھی ہوں تو بعد میں غلط فہمی دو ہو جانے پر راضی ہو گئی تھیں۔ اب ان فرضی کہانیوں کے دہرانے کی کیا ضرورت ہے؟ لہذا لازم ہے کہ تمام اصحابؓ، ازواجؓ اور آلؓ کے ساتھ محبت وعقیدت رکھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان سب سے اپنے راضی ہونے کا اعلان فرمایا۔

رضی اللہ وعنہم ورضوعنہ الایہ۔

یہ حضرات سب کے سب جنتی ہیں۔

کلاً وعداللہ الحسنی۔ الایہ حدید۔

اللہ نے سب سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے

کیا اللہ کے وعدے پر ایمان ویقین نہیں ہے؟ جب سارے جنتی ہیں تو جنتیوں کے خلاف کچھ کہنا، سننا انتہائی بدنصیبی کی بات ہے اللہ ہم سب کو بچائے۔ آمین۔

سوالنمبر ۲۹۔ آپکے ہاں روایت ہے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہر مسلمان کو حکم دیا ہے کہ وہ اذان سننے کے بعد اللہ سے میرے لئے اس مقام (مقامِ محمود) کے واسطے دعا کرے! فرمائیے جب اللہ نے خود قرآن مجید میں آنحضرت ﷺ کو یہ مقام عطا کر دیا ہے۔

"عسی ان یبعثک ربک مقاماً محموداً۔ الیہ"

یعنی عنقریب آپ ﷺ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز کرے گا۔ (یعنی آپ کو شفیع المذنبین کا مرتبہ عطا کرے گا) تو پھر حضور ﷺ کو امت کی سفارش واحتیاج کی کیا ضرورت پیش آ گئی؟

جواب۔ اول یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو یہ مقام ملنا ہی ہے یعنی شفاعت کبریٰ حضور ﷺ ہی کا مقام ہے۔ لیکن حضور رحمۃ اللعالمین نے امت کو اس کے مقام کے حصول کی دعاء اور سفارش کرنے کا اس لئے فرمایا تاکہ امت شفاعت واجر کی مستحق ہو جائے چنانچہ صحیح بخاری میں ہے۔

حد ثنا شعیب بن ابی حمزۃ عن محمد بن المنکدر عن جابر بن عبداللہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہو سلم قال من قال حسین یسمع الندأ الهم رب هذہ الدعوۃ التامتہ والصلاۃ القائمتہ أیت محمد والوسیلتہ والفضیلتہ وابعثہ مقاماً محموداً الذی وعدتہ حلت لہ شفاعتی یوم القیامتہ الخ

بخاری باب الدعا عند الندأ ج ۱ ص ۸۶ و کتاب التفسیر ۳ ابن کثیر طبع مصر ج ۳ ص ۵۵

لہذا ہم اہلِ سنت والجماعۃ تعمیلِ ارشاد کے لئے اذان کے بعد یہ دعا مانگا کرتے ہیں۔

کیونکہ ہم حضور ﷺ کی شفاعت کے محتاج ہیں اگر آپ کو آنحضرت ﷺ کی شفاعت کی ضرورت نہیں تو نہ مانگ کریں آپ پر کون جبر کر سکتا ہے۔

ثانیاً۔ یہ ایسے ہے جیسے حضور سرورِ عالم ﷺ نماز میں۔

ںد ناالصراط المتسقیم الایہ

ا کرتے تھے۔ اور جیسے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا باوجودیکہ پیغمبر معصوم ہوتا ہے۔

غفرلک اللہ ماتقدم من ذنبک وماتاخر الایہ پ ۲٦ سورۂ الفتح۔

جمہ: تاکہ معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہو چکے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے۔"

یا جیسے اُمت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ کی نماز پڑھی حالانکہ آنحضرت ﷺ کو اس کی ضرورت نہ ں۔ علاوہ ازیں قرآن و حدیث میں اس کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ اُمید ہے کہ آنجناب کو بات سمجھ آجائے گی۔ نہ پھر دوسری ملاقات میں۔

والنمبر ۳۰۔ آخری سوال اس تحریر کا یہ ہے کہ اگر کالا (سیاہ) لباس اتنا ہی برا ہے تو فرمایئے غلاف کعبہ کا لک سیاہ کیوں ہے۔ اور حضور ﷺ کو کالی کملی والا رسول آپ نعتوں میں کیوں کہہ کر اقرار کرتے ہیں کہ پ ﷺ نے کالی عبا اوڑھی۔ جبکہ شریعت میں بھی کالا لباس پہننے کی روک ٹوک نہیں ہے؟

جواب۔ سیاہ لباس پہننا جائز نہیں صرف موزے، عمامہ اور کمبل اس سے مستثنیٰ ہیں وہ سیاہ لئے جا سکتے ہیں۔ عورت کا سیاہ برقعہ کمبل کے حکم میں ہوگا۔

۱۔ حضرت امام جعفر صادقؒ ارشاد فرماتے ہیں:

انہ لباس اھل النار الخ۔ فروع کافی باب لبس السواد ج ۲ ص ۲۳۔

ترجمہ۔ "یہ جہنمیوں کا لباس ہے ۲"

ماتم کے لئے بھی سیاہ لباس پہننے کی ممانعت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کے الفاظ

"ولا یعصینک فی معروف"

کی تفسیر کرتے ہوئے بیان فرمایا:

لاتلطمن خدا ولا تخشمن وجھا ولا تنتفن شعراً ولا تشققن جیبا ولا تسودن ثوباً الخ۔

فروع کافی کتاب النکاح ج ۲ ص ۲۲۸

ترجمہ: "چہرے پر تھپڑ نہ مارو، نہ چہرہ چھیلو نہ بال نوچو، نہ گریباں چاک کرو اور نہ سیاہ کپڑے پہنو۔ ۳

ملا باقر مجلسی (شیعہ مجتہد) اپنی کتاب حیات القلوب میں اس حدیث کا ترجمہ یوں لکھتے ہیں: "مصیبت ہا طمانچہ برروئے خود مزنید و روئے خود را مخراشید و موئے خود را مکنید و گریبانِ خود را چاک مکنید و جامۂ خود را سیاہ مکنید الخ حیات القلوب ج ۲ ص ۲٦۰ طبع ایران۔

۲۔ عن ابی عبداللہ علیہ السلام فی قول اللہ عز و جل ولا یعصینک فی معروف قال المعروف ان لا یشققن جیباً ولا یلطمن خداً ولا یدعون ویلاً ولا یتغلفن عند قبر ولا یسودن ثوباً ولا ینشرن شعراً۔ الخ

تفسیر صافی ص ۵۱۷، فروع کافی ج ۲ ص ۲۲۸

ترجمہ امام جعفر صادقؒ نے اللہ تعالیٰ کے قول:

ولایعصینک فی معروف
کی تفسیر میں فرمایا معروف یہ ہے کہ "عورتیں گریبان نہ پھاڑیں اور چہرہ پر تھپڑ نہ ماریں اور ہائے وائے نہ کریں۔ اور قبر پر نہ جائیں اور کپڑے کالے نہ کریں اور بالوں کو پراگندہ نہ کریں"۔

۵۔ ام الحکم بنت حارث بن ہشام (جو عکرمہؓ بن ابی جہل کے نکاح میں تھیں) نے یہ عرض کی کہ وہ نیکی جس کے بارے میں خدائے تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ہم اس میں آپ ﷺ کی نافرمانی نہ کریں وہ کیا ہے؟ فرمایا حضور ﷺ نے وہ یہ ہے کہ "تم اپنے رخساروں پر طمانچے نہ مارو۔ اپنے منہ نہ نوچو۔ اپنے بال نہ پراگندہ نہ کرو۔ اپنے گریبان چاک نہ کرو۔ اپنے کپڑے کالے نہ رنگو اور ہائے وائے کر کے نہ روؤ"۔ مقبول ترجمہ از مقبول احمد دہلوی شیعہ ص ۱۰۹۹ حاشیہ نمبر ا آیت ولایعصینک فی معروف۔

۶۔ "قال امیرالمؤمنین علیہ السلام فیما علم بہ لا صحابہ لا تلبسوا السواد فانہ لباس فرعون"۔

ترجمہ "امیرالمؤمنین حضرت علیؓ نے اپنے اصحاب (شاگردوں) کو جو تعلیم دی تھی اس میں فرمایا کہ سیاہ کپڑے مت پہنو کیونکہ یہ فرعون کا لباس تھا"۔

ان ارشادات ائمہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی روشنی میں ہم اہلِ السنۃ و الجماعۃ تمام اہلِ اسلام سے عرض کرتے ہیں کہ مستثنیات کے علاوہ سیاہ لباس استعمال نہ کریں کیونکہ یہ فرعون اور جہنمیوں کا لباس ہے۔ لیکن یہ بات صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو خدا، رسولِ خدا ﷺ، ائمہ اطہار پر ایمان رکھتے ہیں۔ جن کے ہاں قرآن مجید، احادیث مبارکہ اور فرمانِ ائمہ کی کوئی حقیقت نہ ہو، نفسانیت ہی دین و ایمان ہو اور خواہشات نفسانیہ کو الٰہ بنا لیا ہو ایسے نفس پرستوں سے ہمارا کوئی تعلق و واسطہ نہیں اور نہ وہ ہمارے مخاطب ہیں۔

اس کے بعد انشاء اللہ ہم بھی کچھ سوالات آپ کی خدمت میں بھیجیں گے اُمید ہے کہ آپ بھی بطیب خاطر اپنے اخلاق فاضلہ سے نوازیں گے۔ | واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

امیر شریعت نمبر

○ خطیب الامت، بطلِ حریت، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے صد سالہ یوم ولادت ۱۹۹۲ء کے موقع پر ادارہ نقیب ختم نبوت اپنی خصوصی اشاعت "امیر شریعت" نمبر (حصہ اول) پیش کر چکا ہے۔ اس نمبر کو اندرون و بیرون ملک اتنی پذیرائی ملی کہ بہت سے احباب اس کے حصول کیلئے ہمیں خطوط لکھ رہے ہیں ـــــ **تمام احباب اور قارئین** مطلع رہیں کہ اب ادارہ کے ذخیرہ میں بھی اس کے نسخے ختم ہو چکے ہیں۔

○ ہم اپنے وعدہ کے مطابق ان شاء اللہ جلد ہی امیر شریعت نمبر حصہ دوم قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ تفصیلات آئندہ کسی شمارہ میں شائع کر دی جائیں گی۔ (مدیر)

جانشینِ امیرِ شریعت
حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری مدظلہ

امیر المؤمنین، امام المتقین، خلیفۂ رسول بلافصل

سیّدنا ابوبکر صدّیق سلام اللہ ورضوانہٗ علیہ کا قبولِ اسلام

حضور علیہ السّلام سے لازوال محبّت اور ایثار و قربانی کی دلدوز داستان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: "میں نے جس کسی کو بھی اسلام کی دعوت دی تو وہ شخص دینِ حق قبول کرنے میں سر نیچا کر کے سوچ فکر اور ہچکچاہٹ میں پڑ گیا؟ مگر "ابوبکر ابن قحافہ" کی حالت سب سے مختلف تھی کہ میں نے جب اس کے سامنے اسلام کا نام لیا تو نہ وہ اسلام قبول کرنے سے پیچھے ہٹا؟ نہ اس نے انتظار کیا؟ اور نہ ہی اس نے ہچکچاہٹ ظاہر کی؟"

پھر جیسے ہر نبی و رسول کو اظہار و اعلان حق کے بعد بہ حکم خداوندی اپنی اپنی قوم کے سیاہ فطرت لوگوں کی طرف سے ابتداً طنز و تشنیع اور سب و شتم کی ناگواری قبول کرنی پڑتی ہے۔ اور انتہاءً ان ناآشنائے حقیقت شقی القلب اور بد نصیب ظالموں کی دست درازیوں سے سابقہ پڑتا ہے بلکہ بارہا اللہ تعالیٰ کے یہ سب سے بڑے مقبول بندے ان جہنمی انسانوں کے ہاتھوں حق گوئی یعنی "سراسر بے گناہی جرم کی پاداش میں "قتل ناحق" اور سراپا مظلومیت شہادت تک کی مشکل منزل سے بھی بے مثال جذبہ تسلیم و رضا کا مجسمہ بن کر گزر جاتے رہے ہیں؟ اسی طرح انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے بالکل ابتدائی مومن رفقاء جو اپنے اپنے زمانہ کے "السابقون الاولون" اور "صدیقین" بنے تاریخ انسانیت میں اپنے بے مثال قبول حق اور عام تصور سے لاکھوں درجہ بلند معیار حق

پرستی پیش کر کے نہ صرف زندہ جاوید ہو گئے۔ بلکہ قیامت تک آنے والے اہل ایمان کے لئے بہ طور مشعل راہ لازوال اسوہ اوراق تاریخ میں انمٹ انمول اور زریں حروف کی شکل میں ثبت کرتے چلے گئے۔۔؟ چنانچہ اسوہ انبیاء و مرسلین کے عین مطابق سیدنا ابوبکر صدیق اکبر سلام اللہ ورضوانہ علیہ اپنے ایمان اول و کامل کے تقاضیٰ کے تحت جیسے بلا تردد اور بلا دلیل قبول حق کے میدان میں پہلی صف کے اکیلے اور منفرد غازی و مجاہد بن کر آکھڑے ہوئے تھے؟ ویسے ہی نبوت سے فطری مشابہت و مطابقت کے باعث۔ حق گوئی و بیباکی اور اس کے نتیجہ میں اعداء اسلام کی زبان درازی کے بعد ان کی ظلم دست درازی کا بھی شکار ہوئے اور آپ نے اس راستہ میں بھی اولیت و انفرادیت کی ایسی مثال قائم اور ایسی شان ظاہر کی؟ اور صبر و عزیمت کا وہ عدیم النظر معیار قائم کیا کہ اس دور میں کسی بڑے سے بڑے قدیم الاسلام صحابی کو بھی اس کے اظہار کی نعمت و سعادت نصیب نہ ہوسکی۔ آپ نے نبی علیہ السلام کی مکمل پیروی کرتے ہوئے مکہ مکرمہ کے گلی کوچہ میں ہر قبیلہ کے رہائشی حلقہ و علاقہ میں اور خصوصاً کعبۃ اللہ کے بالکل متصل کھڑے ہو کر ہر خاندان اور گروہ کے سرکردہ و نمائندہ افراد کو بلا بلا کر دین حق کا پیغام سنایا اور اسی طرح نبی علیہ السلام پر ایمان لانے کی بے دھڑک تبلیغ کی اور اس کی پاداش میں انبیاء علیہم السلام کی طرح ہی کوہ عزیمت و استقامت بن کر نبی علیہ السلام کی عملی تائید و حمایت اور اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آمدہ مواعید و بشارات کی مکمل تصدیق کی اور ان پر عین الیقین اور حق الیقین کا اعزاز و منصب حاصل کر کے اپنی زبان سے لے کر جان تک قربان کرنے کا بے مثال مظاہرہ کردیا۔ حدیث و سیرت و تاریخ کی مستند ترین روایات کی روشنی میں عشق و وفا اور صبر و رضا کی اس داستان کے روشن و لالہ رو باب کا نظارہ کیجئے۔ امت کے سب سے بڑے محقق اسلامی مورخ امام ابن کثیر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ نبی علیہ السلام کے ساتھ صدیق اکبر کی سراپا اخلاص و وفا محبت اور ایثار و جان بازی کے اہم ترین اور ایمان افروز واقعہ کی منظر کشی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فقیہ مدینہ نبیرہ صدیق اکبر حضرت قاسم ابن محمد ابن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی سوتیلی پھوپھی حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ ام المومنین نے فرمایا: "ایک دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم سے ملنے کا ارادہ کرکے گھر سے نکلے اور صدیق اکبر دور جاہلیت میں بھی نبی علیہ السلام کے گہرے دوست تھے۔ سو آپ کو ملے اور کہا کہ "اے ابوالقاسم! اعلان نبوت کے باعث آپ اپنی قوم قریش کی مجالس سے غائب ہوگئے ہیں اور قریش نے آپ پر اپنے آباؤاجداد کے دین کے خلاف عمل کی بنا پر نئے دین کا معیوب طریقہ اختیار کرنے کی تہمت لگائی ہے (توکچھ اس کا خیال کریں)؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً فرمایا: "میں اللہ کا رسول ہوں اور تمہیں اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں۔۔۔" سو جب آپ اپنے (اس مختصر اور موثر) کلام سے فارغ ہوئے تو اس کی فوری تاثیر سے ابوبکر نے اسلام قبول کرلیا (اور سب سے پہلے مسلم ومومن بن گئے) اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کام کے لئے ابوبکر سے رخصت ہوکر چلے گئے تو اس وقت مکہ کے دونوں سنگلاخ کناروں کے درمیان ابوبکر کے اسلام قبول کرنے کے باعث کوئی دوسرا آدمی آپ سے زیادہ مسرور نہیں تھا، ادھر ابوبکر بھی دولت ایمان لے کر گئے تو حضرت عثمان ابن عفان اور طلحہ ابن عبیداللہ اور زبیر ابن العوام اور سعد ابن ابی وقاص کو تبلیغ کی خاطر ان سب کے پاس پہنچے تو یہ سب بھی اسلام لے آئے،

پھر دوسرے دن حضرت ابوبکر حضرت عثمان ابن مظعون اور ابوعبیدہ ابن الجراح اور عبدالرحمٰن ابن عوف اور ابوسلمہ ابن عبدالاسود اور ارقم ابن ارقم کے پاس پہنچ کر تبلیغ کی تو یہ سب صحابہ سابقون رضی اللہ عنہم بھی اسلام لے آئے۔ عبداللہ ابن محمد کہتے ہیں: "مجھے میرے والد محمد ابن عمران نے حضرت قاسم ابن محمد ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت نقل کرکے سنائی وہ فرماتی تھیں کہ:

"جب حضرت ابوبکر کی خاموش تبلیغ کے نتیجہ میں صحابہ کی ایک ابتدائی جماعت تیار ہوگئی اور وہ اس وقت اڑتیس آدمی ہوگئے تھے! تو ابوبکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہوکر علانیہ دعوت حق دینے پر اصرار کیا تو آپ نے حکم وحکمت الہیہ کے مطابق مزید انتظار کی خاطر فرمایا: "اے ابوبکر! ابھی ہم تعداد میں تھوڑے ہیں؟ اس لئے کھل کر تبلیغ کا وقت نہیں آیا۔ لیکن ابوبکر مسلسل علانیہ تبلیغ کے لئے اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بہ اذن خداوندی آخر ایک دن علانیہ

تبلیغ کے لئے میدان میں آگئے اور صحابہ سابقین بھی مسجد حرام کے ارد گرد اپنے اپنے خاندانوں اور قبائل میں تبلیغ کے لئے پھیل گئے اور ابوبکر نے لوگوں میں کھڑے ہو کر اسلام کی حقانیت پر خطاب شروع کیا۔ جبکہ اس مجمع میں ابوبکر کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بیٹھے ہوئے تھے تو اسلام کے متعلق اس پہلی تقریر اور دعوت کی وجہ سے ابوبکر وہ سب سے پہلے خطیب بنے "جو اللہ اور اس کے رسول کی خاطر لوگوں کو بلا رہا تھا اور مشرکین مکہ اس جرأت سے برانگیختہ ہو کر ابوبکر اور مسلمانوں پر پل پڑے اور انہیں ماحول حرم میں بہت سختی سے مارا اور ابوبکر کو تو خاص طور پر روندا اور لتاڑا گیا اور بے حد مارا گیا،

اس اثنا میں مکہ کا مشہور کافرو فاسق عتبہ ابن ربیعہ حضرت ابوبکر کے نزدیک آپہنچا اور ان کو اپنے رواجی چپل کے ساتھ مارنا شروع کیا اور خاص طور پر حضرت ابوبکر کے منہ پر مارتا تھا پھر وہ گرے تو عتبہ ان کے پیٹ پر چڑھ کر کودتا رہا۔۔ اس مار پٹائی سے ابوبکر کے چہرہ پر شدید ورم کے باعث منہ اور ناک برابر ہو گئے کہ پہچانے نہیں جاتے تھے

یہ حال دیکھ سن کر حضرت ابوبکر کے قبیلہ والے بنو تیم پریشان ہو کر ایک دوسرے سے بڑھ کر بھاگتے دوڑتے ہوئے آئے اور انہوں نے مداخلت کر کے مشرکین مکہ کو حضرت ابوبکر سے پرے ہٹایا اور آپ کو ایک چادر میں لپیٹ کے اٹھا کر لے گئے اور ان کے گھر میں پہنچایا اور حضرت ابوبکر کی شدید مضروبیت اور بے ہوشی وغیرہ دیکھ کر قبیلہ والوں کو آپ کی موت میں کوئی شک باقی نہیں رہا تھا۔

اس کے بعد بنو تیم واپس آئے اور مسجد حرام میں داخل ہو کر انہوں نے یہ اعلان کیا کہ: "خدا کی قسم! اگر ابوبکر کی موت واقع ہو گئی؟ تو ہم ان کے بدلہ میں عتبہ ابن ربیعہ کو لازماً قتل کر کے چھوڑیں گے!" اس اعلان کے بعد بنو تیم پھر حضرت ابوبکر کے پاس آئے تو آپ کے والد حضرت ابوقحافہ اور اہل خاندان آپ کو بلانے کی کوشش کرتے

رہے یہاں تک کہ مار کا اثر کچھ زائل ہونے اور بیہوشی ہٹنے کے بعد اس دن کے آخری حصہ میں وہ بول سکے اور انہوں نے اپنے والد اور اہل خاندان کی باتوں کا جواب دیا اور اپنا حال نہیں بتایا بلکہ کچھ کہا تو سب سے پہلے یہ کہا کہ "مجھے یہ بتاؤ کہ میرے بعد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا گزری؟"

یہ حیرت انگیز سوال سن کر والدین اور تمام رشتہ داروں نے حضرت ابوبکر کے ساتھ زبان درازی کی اور انہیں ملامت کی کہ "تمہیں اس حالت میں بھی اپنی جان کی فکر نہیں بلکہ محمد کے لئے پریشان ہو؟" پھر یہ تمام لوگ اٹھ کر ان کی والدہ ام الخیر کے پاس آئے اور کہنے لگے: "اے ام الخیر! ذرہ ٹھہر کر اپنے بیٹے کو کوئی غذا یا دوا کھلاؤ یا پلاؤ؟ تو آپ کی والدہ نے تنہائی میں پاس بیٹھ کر ابوبکر کو اپنی کوئی حالت اور خواہش بتانے پر بے حد اصرار کیا لیکن ابوبکر کا حال یہ تھا کہ ماں کی شفقت و محبت بھری باتیں سن کر بھی بار بار یہی کہتے رہے کہ: "تم یہ بتاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس حال میں ہیں؟"

تو والدہ بولیں: "خدا کی قسم! مجھے تمہارے ساتھی کا کچھ حال بھی معلوم نہیں؟"

تو حضرت ابوبکر نے والدہ سے کہا کہ: "اماں تم خطاب کی بیٹی (اور عمر کی بہن) "ام جمیل" کے پاس جاؤ اور اس سے رسول اللہ کا صحیح حال دریافت کرو؟" تو آپ کی والدہ گھر سے نکلیں اور ام جمیل کے پاس پہنچ کر کہنے لگیں کہ: "میرا بیٹا ابوبکر تم سے محمد ابن عبداللہ کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتا ہے کہ کچھ بتاؤ"؟ تو ام جمیل نے انتہائی بے رخی اور نفرت بھرے انداز اور تجاہل عارفانہ کے ساتھ کہا کہ: "میں ابوبکر اور محمد ابن عبداللہ کو تو نہیں جانتی کہ وہ کون ہیں؟ ہاں اگر تمہاری خواہش ہو کہ میں تمہارے ساتھ تمہارے بیٹے کو دیکھنے چلوں تو تیار ہوں؟"

اس پر ام الخیر نے کہا کہ: ٹھیک ہے یونہی سہی!" چنانچہ ام جمیل آپ کی والدہ کے ساتھ چل کر ان کے گھر آئیں تو دیکھا کہ ابوبکر چت لیٹے ہوئے بیہوش اور موت کے قریب پہنچے ہوئے ہیں تو آپ کی حالت سے متاثر ہو کر ام جمیل حضرت ابوبکر کے قریب ہوئیں اور چیختے ہوئے یہ کہنے لگیں کہ: "خدا کی قسم! ہماری قریشی قوم نے چند فاسق اور کافر لوگوں کی خاطر سے تمہارا یہ حشر کر دیا ہے اور میں یقین رکھتی ہوں کہ اللہ تیرا انتقام ان سے لے کر رہے گا"

لیکن ابوبکر کے عشق و جنون کی وہی حالت تھی اپنے متعلق یہ انتہائی مؤثر کلام سن کر بھی کچھ بولے تو پھر ام جمیل سے بھی یہی کہا کہ: "مجھے چھوڑو یہ بتاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس حال میں ہیں؟" تو یہ فقرہ سن کر ام جمیل بولیں کہ: مجھے تو کچھ

معلوم نہیں یہ تمہاری ماں کھڑی ہوئی تمہاری بات سن رہی ہے اسے پتا ہوگا؟" تو ابو بکر نے فرمایا "تم پر میری ماں کی تو کوئی ذمہ داری نہیں ہے اس کا نام کیوں لیتی ہو؟"

تب ام جمیل نے مجبوراً کھل کر کہا: "فکر نہ کرو محمد زندہ سلامت اور بالکل تندرست ہیں " تو بولے کہ: "وہ کہاں ہیں؟" تو بولیں کہ "وہ ابن ارقم کے گھر میں ہیں " یہ سن کر ابو بکر نے کمال اخلاص و ایثار اور کمال عشق و محبت کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ: "میں نے اللہ سے عہد اور وعدہ کر رکھا ہے کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ پہنچ جاؤں نہ کوئی کھانا کھاؤں گا اور نہ کوئی مشروب پیونگا! یہ جواب لاجواب سن کر دونوں نے کچھ وقفہ کیا جب رات آنے پر آمدورفت کم ہو گئی اور لوگ گھروں میں ٹک گئے تو ام الخیر اور حضرت عمر کی بہن ام جمیل آپ کو گھر سے لیکر اس حال میں کہ ابو بکر ان دونوں کا سہارا لئے چل رہے تھے یہاں تک کہ انہوں نے ابو بکر کو "دار ابن ارقم" میں رسول اللہ کے پاس پہنچا دیا۔

نبی کریم علیہ السلام ابو بکر کو دیکھ کر شفقت و محبت سے ان پر جھکے اور چہرہ پر بوسہ دیا اور آپ کے جتنے صحابہ وہاں موجود تھے وہ بھی محبت سے جھک جھک کر ابو بکر سے ملے ان کی حالت دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑی رقت طاری ہوئی تو ابو بکر نے اس وقت بھی صبر و عزیمت ایثار و وفا اور خلوص عشق کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ: "یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ سب کچھ بیت جانے پر بھی مجھے کوئی تکلیف نہیں ہاں فاسق عتبہ نے میرے منہ پر جو زخم لگائے ہیں صرف ان کا اثر ہے اور کچھ نہیں اور یہ ام الخیر میری ماں ہے جو اپنے بیٹے سے حسن سلوک کر رہی ہے اور آپ بہ وجہ نبوت سراپا برکت ہیں لہذا اس کو اللہ کا دین قبول کرنے کی دعوت دیجئے اور اس کے لئے اسلام لانے کی اللہ سے دعا کیجئے مجھے امید ہے کہ اللہ اس کو آپ کی ذات اور دعا کے باعث دوزخ سے نجات دے دیگا۔ راوی کہتے ہیں "چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے والدہ ابو بکر، ام الخیر کے لئے وہیں دعا فرمائی اور اس کو اللہ کی طرف دعوت دی تو ام الخیر نے فوراً اسلام قبول کرلیا"

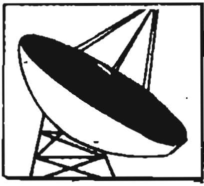

مرزا طاہر کی دیدہ دلیری

ڈش انٹینا فروغِ قادیانیت کا ذریعہ بن گئے۔

قادیانی مراکز کے اطراف مسلمانوں کی ٹی وی نشریات جام، وہ مرزائی ہفوات سننے پر مجبور رہیں۔

سندھ کا وسیع و عریض علاقہ صحرائے تھر ہندوؤں، عیسائیوں کی ہی نہیں قادیانیوں کی سرگرمیوں کا بھی اہم مرکز بنا ہوا ہے۔ اس علاقہ کی غربت اور کسمپرسی اور اپنی تعلیم میں کمی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ اقلیتیں خدمت خلق کے حوالے سے اور اپنے اثر رسوخ کی بدولت علاقہ کے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے بھاری وسائل خرچ کر رہی ہیں۔ اس سلسلے میں لٹریچر، تبلیغی اجتماعات کے ساتھ ساتھ جدید ٹکنالوجی کا بھی سہارا لیا جا رہا ہے۔ ڈش اینٹینا کے ذریعہ براہ راست مرزا طاہر احمد کا خطاب جمعرات اور جمعہ کو ۴ سے ۵ بجے لوگوں کو جمع کر کے سنایا جاتا ہے۔ ربوہ سے اس قسم کی سرگرمیوں کے لئے ڈش انٹینا لوگوں کو رعایتی قیمت پر فراہم کیا جاتا ہے اور ہر ذمہ دار قادیانی ہر جگہ پابند ہے کہ وہ ڈش اینٹینا کے ذریعہ قادیانی تعلیمات کو عام کرنے کا بندوبست کرے یہ بی بی سی اسٹار چینل ہانگ کانگ کے ذریعہ نشر ہوتی ہیں جو قادیانیوں کا خریدا ہوا ہے قادیانیوں نے خصوصی طور پر چندہ کر کے ۲۰ ہائی پاور ڈش اینٹینا جولائی ۱۹۹۳ء میں تھر بھجوائے جن میں ۳ گولارچی ۳ شادی لارج اور بقیہ ۱۴ نوکوٹ، فضل بھمبرو، نفیس نگر، نبی سر اور کپنا میں نصب کئے گئے۔ یہ ڈش اینٹینا خاص قسم کے بنائے جاتے ہیں ان کو جب آن کیا جاتا ہے تو ٹی وی کی نشریات جام ہو جاتی ہیں اور تقریباً دو ہزار فٹ کے اندر ہر ٹی وی سیٹ پر یہ ڈش اینٹینا سی اسٹار سٹائٹ کا مرزا طاہر کا پروگرام نشر کرتا ہے۔ اس طرح ہر فرد کو جمعرات اور جمعہ کو چار سے پانچ بجے تک اس رینج میں یا تو ٹی وی بند رکھنا پڑتا ہے یا پھر یہ خطاب سننا پڑتا ہے اور اس خطاب میں مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے باقاعدہ اسلامی انداز کو اپنایا جاتا ہے جب مرزا طاہر خطاب کرتا ہے تو اس کے ایک طرف مسجد نبوی اور دوسری طرف خانہ کعبہ کی تصویر آویزاں ہوتی ہے اور اس طرح سپریم کورٹ کے تاریخ ساز فیصلے کا سرعام مذاق اڑایا جاتا ہے جس میں کہا گیا تھا کہ قادیانی اپنی رسومات طریق عبادت، عبادت گاہوں، کلمہ اور دیگر مذہبی فرائض کے نئے نام رکھ لیں جس طرح ہندو، سکھ عیسائی اور دیگر اقلیتیں اپنی تمام مذہبی رسومات اور عبادات گاہ کا جداگانہ انداز رکھتے ہیں۔

حساس سرحدی علاقہ تھر میں
پاکستانی قوانین کی کھلی خلاف ورزی
اور اسلام دشمن سرگرمیاں

گولارچی ضلع بدین میں قادیانی ہیڈ کوارٹر خالد عرف خالی قادیانی کنٹرول کرتا ہے یہ قادیانی اسکواڈ کا کمانڈر بھی ہے۔ کھوسکی شہر ضلع بدین میں اس کی زیر نگرانی بشر قادیانی کے گھر میں عبادت خانہ قائم ہے جس میں ہر جمعہ کے روز تحصیل ٹنڈو باگو کے قادیانی جمع ہوتے ہیں اور اپنی عبادت کرتے ہیں۔ سٹائٹ کے ذریعہ مرزا طاہر کی تقریر سنتے، لندن سے آنے والی نئی ہدایت وصول کرتے ہیں ایک شخص نصیر قادیانی لٹریچر تقسیم کرتا ہے جو اس کے پاس بذریعہ ڈاک آتا ہے کھوسکی اور شادی لارج کے

عبدالتواب شیخ

درمیان پی اے ایف چک میں قادیانیوں کا سالانہ سہ روزہ جلسہ ہوتا ہے جس کے انچارج سلیم اور احمد نامی ہیں اس جلسہ میں سادہ لوح مسلمانوں کو پھانس کر لایا جاتا ہے اور ان کو صراط مستقیم سے ہٹانے اور بھٹکانے کے لئے تمام اہتمام ہوتے ہیں شادی لارج کا ایک باشندہ منصور قادیانی ہے جو چند سال قبل یہاں آیا تھا اس وقت بالکل غریب تھا اور اب لاکھوں روپیہ کی جائیداد کا مالک ہے ایک اطلاع یہ ہے کہ یہ سیالکوٹ کی سرحد پار کر کے بھارت سے پاکستان آیا اور نواب شاہ کے بعد شادی لارج چلا گیا۔ شادی لارج کے جنوب میں تین کلومیٹر پر واقع ایک۔ ریٹائرڈ فوجی افسر کا فارم ہے جو بے روزگار افراد پر کام کرتے ہیں اور اچھے مستقبل اور سنہرے خواب دکھا کر قادیانیت کا جال پھینکتے ہیں انہوں نے ایک شخص نثار کو اسی

طرح قادیانیت کے جال میں پھانسنا چاہا مگر وہ والد کے دباؤ کی وجہ سے بچ نکلا ' نوکوٹ میں قادیانی مرکز چودھری محمود احمد جیسے با اثر کی زیر نگرانی ہے کسی بھی افسر اور زمیندار کی جرأت نہیں کہ اس کے آگے دم مار سکے اس کے خطرناک افراد سے راہ و رسم بنائے جاتے ہیں۔

ایک خاتون مسرت شاہین جو قادیانیت سے تائب ہو کر مسلمان ہو گئی تھی اور اس کی شادی اصغر ولد منیر مسلمان سے ہو گئی تھی مبینہ طور پر اسی با اثر شخص نے ایک اے ایس آئی پولیس افسر سے مل کر اس مسلمان نوجوان اصغر کو جیل بھجوا دیا اور مسرت شاہین کو بزور اغوا کرا کے واپس اس کے قادیانی والد ڈاکٹر نذیر احمد کے پاس نصرت آباد ضلع منہمنرو بھجوا دیا مسرت شاہین چھ ماہ کی حاملہ تھیں ان کا حمل ضائع کروا دیا گیا۔

صحرائے تھر میں قادیانیوں کا سب سے بڑا مرکز نبی سرروڈ تحصیل و ضلع عمر کوٹ میں ہے۔ قادیانی خوبصورت لڑکیوں کے ذریعے مسلمانوں کے نوجوانوں کو پھانس کر قادیانی بناتے ہیں اس طرح وہ ان کے پورے خاندان کو اپنا زیر اثر بنانے کی کوشش کرتی ہیں نبی سرروڈ میں قادیانیوں کا سرپرست چودھری احسان اللہ ہے جو ایک جاگیردار ہے۔ قادیانی لڑکیاں تعلیمی اداروں میں سرگرم عمل رہتی ہیں۔ احسان اللہ کی لڑکی مبارکاں نے جو طالبہ تھی اس نے کھوسہ قبیلے کے شادی شدہ نوجوان خیرو سے اپنی بیوی کو طلاق دلوائی اور خود شادی کرلی اور خیرو کھوسو کو قادیانی بنا لیا۔ خیرو کو اس کے والدین نے گھر سے نکال دیا تو چودھری احسان اللہ جو قادیانیوں کا معلم ہے اس نے خیرو کھوسو کو بھی مرتدی کے سلسلے میں مرزا طاہر سے معلم قادیانیت کا سرٹیفکیٹ دلوایا کنری پاک کا طارق معلم قادیانی ہے یہ سرمایہ دار تاجر ہے۔ اس کو قادیانی معتبر مذہبی ہستی سمجھتے ہیں اس کی ہر بات کے آگے قادیانی سر تسلیم خم کرتے ہیں اس کے ہاتھوں پر قادیانی ہونے والے مرتد کو بیعت کروائی جاتی ہے۔ چودھری اللہ رکھا نزد نبی سر روڈ واٹر نمبر ۱۱ کا زمیندار مالی وسائل قادیانی تنظیم کو فراہم کرنے کی شہرت رکھتا ہے اور ہر قادیانی اپنی آمدنی کا دس فیصد ربوہ بھجواتا ہے اس سے مرتد ہونے والوں کی مالی مدد کی جاتی ہے یہ قادیانیوں سے چندہ جمع کرتا ہے اور املاک ربوہ کے لئے وقف کراتا ہے چودھری محمود ساکن نالی تحصیل ڈگری بھی زمین کی فصل کا ۱۰ فیصد حصہ ربوہ کے نام بھیجتا ہے اور اس کے نوجوان لڑکوں کا ایک دہشت گرد اسکواڈ بھی بتایا جاتا ہے جو ان کو ڈھارس بندھواتا ہے۔ تحفظ دیتا ہے چودھری شریف ضلع عمر کوٹ کا زمیندار ہے جو مخصوص ذرائع سے رقم جمع کر کے قادیان بھجواتا ہے ڈاکٹر نصیر تحصیل و ضلع عمر کوٹ قادیانی لابی کا صدر ہے اس کے بغیر عمر کوٹ ضلع میں کوئی قادیانی یا معلم کسی پر فیصلہ یا کوئی بات تھوپ نہیں سکتا باہمی تنازعات اور اہم فیصلے یہ کرتا ہے۔

ان کے علاوہ قادیانیوں نے تھر کے علاقہ مگر پارکر ' چیلور ' ڈیپلو ' مٹھی میں بھی اپنے پنجے گاڑ رکھے ہیں۔ مسلمانوں کو پھانسنے کے ساتھ کوہلی ' بھیل ' میگواڑ اور عیسائیوں میں بھی ان کی سرگرمیاں جاری ہیں یہ ان کو طرح طرح کی لالچ دے کر پھانستے ہیں سادہ لوح اور دینی تعلیمات سے عاری افراد ان قادیانیوں کو بھی مسلمانوں کا ایک فرقہ سمجھ کر ان کے جال میں پھنس جاتے ہیں اور جو کوئی ان کے قریب ہوا اس کو مزید پختہ کرنے کے لئے ربوہ لے جایا جاتا ہے اور جو ربوہ یاترا کر آئے اور مزید پختہ ہو کر اسلام سے مرتد ہو جائے گا اس کو پھر قادیان بھجوایا جاتا ہے اور وہاں کے سالانہ جلسے میں جس علاقہ سے جتنے نو قادیانی جو قادیانی معلم بھجواتا ہے وہ اتنا ہی قادیان میں قابل احترام سمجھا جاتا ہے "صحرائے تھر" پانی کی قلت کا ہی شکار نہیں دینی تعلیمات کی قلت کا بھی شکار ہے دین کی تعلیم کے عاری افراد جب ان قادیانیوں کی قرآن و سنت کے حوالہ سے چکنی چپڑی باتیں سنتے ہیں تو پھر وہ ان کے اسیر ہو جاتے ہیں اور اس طرح مکڑی کے جال قادیانیت میں پھنس کر رہ جاتے ہیں کچھ لوگ قادیانیت کے جال کو ایمانی حرارت سے توڑ کر واپس نکل آتے ہیں ایسے ہی لوگوں میں صحرائے تھر کے دو افراد عبدو جونیجو اور شہزاد پٹھان ہیں جن کو اللہ نے پھر سے ہدایت کی راہ پر گامزن کیا مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حکومت کیا کر رہی ہے؟ اور علمائے کرام کب خواب غفلت سے بیدار ہوں گے۔ اور صحرائے تھر میں عیسائیوں ' ہندوؤں اور قادیانیوں کی جو اپنے ملک اور ایمان پر نقب لگا رہی ہے سرحدی صورتحال کی روشنی میں اس کی روک تھام کے لئے ہر ایک کب احساس ذمہ داری سے سرگرم ہوگا۔

بشکریہ ہفت روزہ "تکبیر" کراچی۔ ۲ دسمبر ۱۹۹۳

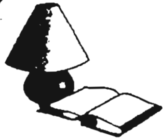

حسنِ انتقاد

تبصرہ کے لئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے۔

سیّد محمد ذوالکفل بخاری۔

انقلاب ۱۸۵۷ء: تصویر کا دوسرا رخ

مصنف: ایڈورڈ تھامسن۔ مترجم: شیخ حسام الدین امرتسری۔

مقدمہ: مولانا عبدالرحیم پوپلزئی۔ ناشر: گوتم پبلشرز، ۲۷ ٹیمپل روڈ، اپر یوبی ایل بلڈنگ، لاہور۔

یہ کتاب ایسی نہیں کہ اس کے سرسری مطالعہ سے، قاری کوئی حتمی رائے قائم کر سکے۔ اور قاری بھی کون؟...... وہ جو کتاب کی پہلی اشاعت (۱۹۳۱ء) کے نصف یا ربع صدی بعد پیدا ہوا ہے۔ اور پھر جس دور کے حقائق سے یہ کتاب متعلق ہے، وہ ہمارے دور سے بہت دور، کوئی ایک سو چھتیس برس کے فاصلے پر ماضی کے دھندلکوں میں چھپ گیا ہے۔ اسے چھپایا بھی گیا ہے۔ لیکن یہ ایسا ماضی تو نہ تھا جسے چھپایا جاتا۔ شاید اسی لئے، تاریخ کے پردے سے اس ماضی کا چہرہ برابر لو دے رہا ہے اور چھپائے نہیں چھپتا۔ لیکن ہمارا مسئلہ یہ ہے ہم نے جس عہد میں آنکھ کھولی ہے، یہ عہد اپنے گوناگوں تقاضوں، مضمرات اور امکانات کے جلو میں ہمیں اس بری طرح محیط ہے کہ زندگی کے انفرادی اور اجتماعی - ہر دو تشخص، اپنے کئی حوالوں سمیت ہم سے اوجھل ہوگئے ہیں۔ کیا کھویا، کیا پایا- یہ تو ایک مستقل بحث ہے لیکن اتنا ضرور ماننا پڑتا ہے کہ تہذیب و معاشرت کے ہمارے یہ گم شدہ حوالے، اقدار و روایات سے لے کر احساسات و اعتقادات تک - ہر جگہ ایک معلوم و محسوس خلا کا پتہ دیتے ہیں۔ تاریخ بتاتی ہے کہ قوموں کی زندگی میں ادوار و عہود کا یہ طلوع و غروب اور ظہور و غیوب نہ نیا ہے، نہ انوکھا، اور نہ غیر فطری! لیکن سوال یہ ہے کہ خود تاریخ سے ہمارے ربط کا زاویہ کیا ہے؟ جس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ خود اپنے آپ سے ہمارے ربط کا زاویہ کیا ہے؟ ہم کون ہیں؟ میں تو کہوں گا کہ ہم ان لوگوں کے وارث ہیں، چلیئے وارث نہ سہی - ہم اُن لوگوں کے اخلاف ہیں۔ جن کی ہیبت سے صنم سہمے ہوئے رہتے تھے وہ لوگ -- جن میں سے ایک ایک کا وجود، ایک تاریخ اور ایک داستان تھا، اور ہر داستان -- غریب و سادہ و رنگین! انقلاب ۱۸۵۷ء بھی ایک داستان ہے جسے غداروں نے غدر کہا اور وفاداروں نے جہاد! وفاداری بشرطِ استواری اصل ایماں ہے۔ یہ بھی طے ہے کہ حرّیت کی داستان ہمیشہ خون سے لکھی جاتی ہے۔ تو بس اتنا جان لیجئے کہ اس کتاب میں آستین کا لہو پکار اٹھا ہے۔ ایک انگریز نے اپنے ہم مذہبوں، ہم قوموں کی درندگی کے واقعات، ان کے اقبالی بیانات اور اعترافات سے جو یہ ''دستاویز'' مرتب کی ہے، اسے ہر پاکستانی، ہر ہندوستانی، ہر مسلمان، ہر سامراج دوست کو بھی پڑھنا چاہیے۔ میرے بس میں ہوتا تو ظلم و استبداد کی یہ تصویریں ''مطالعہ پاکستان'' کے نصاب سازوں کی الٹی کھوپڑیوں پر کندہ کر کے انہیں سیدھا کرتا لکھی میرے پاس طاقت نہیں قلم ہے!

مکالمہ

قمرالحسنین

فنفشی فیشنی الیکشنی۔ مولوی مولوی مولوی

الیکشن اور مولوی بھی تو در قنطنی ہے

وہ کیسے؟

''ہم نے تو جمہوری قبا میں پائے کوب ہونے کو اس لئے ضروری جانا کہ یہ بھی اسلام کی خدمت ہے۔''

مگر جناب الیکشن میں تو آپ اور آپ کی وجہ سے اسلام، دونوں پاکستان کے ایشو نہیں رہے۔

''ہم ایشو ہیں اور رہیں گے اس لئے کہ ہمیں سے اسلام کی جمہوری رونق ہے۔''

ہم اخبارات میں چھپتے ہیں ہمارے خبریں جلی سرخیوں کیساتھ چھپتی ہیں ریڈیو سے نشر ہوتے ہیں۔

بی بی سی ہمیں ہمارے نام سے ہی پکارتا اور یاد کرتا ہے۔ ٹیلیوژن میں ہمیں دیکھا اور سنا جاتا ہے۔

ہمارے چاہنے والے ہماری صورتوں کو دیکھ کر ہمیں پہچانتے ہیں۔

یہ سب درست! مگر یہ اسلام کی خدمت کیسے ہوئی؟ اس سے تو آپ کا نفسی سکون ٹپکتا ہے بلکہ چھلکا پڑتا ہے۔

اخبارات جرائد و رسائل، ریڈیو ٹیلیوژن اور بی بی سی سے جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ آپ کی ذات ''ستودہ صفات'' سے وابستہ ہوتا ہے نہ کہ اسلام سے!

''ہم بہر حال اپنے اس عمل کو اسلام ہی سمجھتے ہیں۔''

مگر جناب غور فرمائیے یہ تو جناب کی تاویل و تعبیر ہے اسکے سوا کچھ نہیں بہ قول علامہ اقبال

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں

معلوم ہوتا ہے آپ نے قران کریم میں غور وفکر کی عادت کو بھلا دیا ہے قرآن حکیم تو آپ سے صرف یہ مطالبہ کرتا ہے کہ آپ

دعوۃ الی الخیر کا کام کریں (یدعون الی الخیر)

اور امر بالمعروف کا فرض ادا کریں (یامرون بالمعروف)

اور جہاد کریں (وجاھدھم بہ جہاداً کبیرا)

آپ نے اعمال حسنہ کے مقابلہ میں اپنی ذاتی تاویل و تعبیر کا سہارا لیکر اعمال سیئہ میں مبتلا ہونا پسند فرمایا ہے جبکہ آپ مجتہد بھی نہیں! جمہوریت کی لعنت میں گرفتار ہو کر آپ نے عرصہ دراز سے یہ نصابی کام چھوڑ رکھا ہے۔

ایسا نہیں ہے ہم تقریریں کرتے ہیں اپنا وقت صرف کرتے ہیں اپنی طاقت قربان کرتے ہیں۔

لیکن جناب آپ اپنی تقریروں میں کہتے کیا ہیں کبھی اپنا احتساب بھی کیا؟

بریلوی مولوی دیوبندیوں کو بھیرویں میں کافر کہتے آپ ان کو کافر کہتے ہیں اہلحدیث اپ دونوں کو مشرک کہتے ہیں۔ آپ دونوں (دیوبندی بریلوی) مل کر کھرچ میں اہل حدیثوں کو کافر کہتے ہیں۔ پھر آپ دیوبندی بیس اکیس طبقوں میں تقسیم ہیں۔ بریلوی چھ سات طبقوں میں تقسیم ہیں اہل حدیث مٹھی بھر ہیں مگر وہ بھی تقسیم ہیں۔ کیا یہ اسلام ہے؟ کیا یہ اسلام کی خدمت ہے؟ خیر کی دعوت ہے؟ امر بالمعروف ہے؟ نہی عن المنکر ہے؟

پھر اس کام میں آپ مسابقت کے دائمی مریض ہیں۔ تقریر کر کے بڑی بڑی رقمیں بٹورتے ہیں قیمتی گاڑیاں خریدتے ہیں۔ یہ سب کچھ کیا ہے؟ ان اعمال و اقوال پر اب بھی آپ کو اصرار ہے کہ یہ خدمت اسلام ہے!

یہ بتائیے کہ الیکشن کیلئے اتنی خطیر رقوم آپ کے پاس کہاں سے آئیں؟ ایک ایک گرانڈیل مولوی کے پاس تین تین پاجیرو کیسے پہنچ گئیں جبکہ ایک پاجیرو ۱۴ لاکھ کی ہے بعض سکہ بند الیکشنی و غیرالیکشنی مولویوں کے پاس لینڈ کروزر بھی ہے جو ۲۶ لاکھ کی ہے۔ آخر یہ سب کچھ دین ہے؟ خدمت دین متین ہے؟ یا بد دینی ہے۔ اسے کیا نام دیں؟ آپ خود انصاف کریں۔ آپ یزید کو آج تک فاسق و فاجر کہتے ہیں اور مسلسل کہے جا رہے ہیں۔ جبکہ آپ خود فسق میں مبتلا ہیں۔ فاسقین و فاجرین کے دلدار طرح دار ہیں۔ بلکہ ان کے نرغہ میں ہیں۔ حکمرانوں سے ناجائز کام آپ کرواتے ہیں۔ جو اپنے سپورٹرز کی رضامندی حاصل کرنے کیلئے جمہوری تمناؤں کے دشت میں ایک قدم ہے۔ سیاسی پریشر بلڈ اپ کر کے مفادات کے ''کھیپے'' آپ وصول فرماتے ہیں اور اسے نذرانۂ عقیدت سمجھتے ہیں اور بڑی گمبھیر آواز میں سبحان اللہ الحمد للہ ماشاء اللہ اور انشاء اللہ پڑھکر اپنی گھنی ریش مبارک پر ہاتھ پھیر کر اسکی طرف گھور کے بھی دیکھتے ہیں۔ کیا یہ بھی اسلامی صفات یا دفعات یا عادات ہیں کہ بدعات و سیئات!

آئینہ ایام میں دیکھ اپنی ادائیں

''ہم یہ سمجھتے ہیں کہ آپ احرار والے کچھ زیادہ ہی قدیم سوچ رکھتے ہیں زمانہ بدل چکا ہے اپ کو بھی تبدیل ہونا چاہیئے اور جدید حالات کے تقاضوں کے مطابق فیصلے کرنے چاہئیں!''

آپ کیا فرما رہے ہیں یہ باتیں تو کوثر نیازی صاحب کے منہ سے اچھی لگتی ہیں۔ آپ کے منہ سے نہیں آپ دین کے نمائندے کہلاتے ہیں اور دین تو بہت ہی قدیم ہے۔ اور قدیم سوچ کو ہی اولیت دیتا ہے جدید سوچ و فکر اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے مسائل پر تو آپ کے اکابر نے سخت پابندیاں عائد کی ہیں مثلاً مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا محمد یعقوب نانوتوی، مولانا محمد تھانوی، مولانا اشرف علی تھانوی۔ (جن کو آپ حکیم الامت بھی مانتے ہیں۔) علامہ محمد انور شاہ کاشمیری، مولانا محمود حسن، مولانا شبیر احمد عثمانی اور مولانا احمد علی رحمہم اللہ انہوں نے تو ان جدیدیوں موذیوں سے اشتراک عمل کو بھی فسق کہا ہے اور آپ تو عرصہ تیس سال سے جدیدیوں کیساتھ متحد ہیں۔ اور اشتراکی فسق میں مبتلا ہیں۔

مفتی بھٹواور ولی　　　　مل بیٹھے تو ناؤ چلی

ورنہ آپ تو بھنور میں پھنسے ہوئے تھے اور ناؤ کے ڈوبنے کا خطرہ تھا جو بھٹو ولی کی ''ولایت و برکت'' سے پار اتری! کہیے کیا خیال ہے؟ آپ اپنے بارے میں اور بزرگوں کے بارے میں کیا فیصلہ صادر فرمائیں گے؟

''ہم ان کے بارے میں تو کچھ نہیں کہہ سکتے مگر ہم اپنے بارے میں اپنا فیصلہ درست سمجھتے ہیں۔

''مولانا یہ تو جمہوری جواب ہے جو اخباروں میں چھپنے کیلئے آپ نے یاد کیا ہوا ہے۔ سوتے میں بھی کئی دفعہ آپ نے یہی بڑبڑایا ہے بلکہ آپ ہڑبڑا کے جاگے ہیں اور دائیں بائیں دیکھ کے پھر جمہوری نیند میں خراٹے بلکہ فراٹے بھرنے لگے ہیں اور اب تو اس گفتگو میں آپ کراٹے کھیل رہے ہیں کوئی دینی جواب دیجئے جسمیں دینی قرائن پائے جائیں ورنہ تو یہ آپ کی ضد، ہٹ دھرمی اور ڈیموکریٹک ادا ہے اور بس! اور آپ ضدی کہلائیں گے اس ڈھیٹ بچے کی طرح جو مٹی میں کیچڑ میں لتھڑنے کو ہی پسند کرتا ہے اور کیچڑ پسند کہلاتا ہے ویسے ہی آپ ''اسلام پسند'' کہلانا پسند کرتے ہیں چاہے آپ کے پسندے ہی بن جائیں اور جب آپ کے پسندے بنیں گے تو یہ فطرت کی تعزیر ہوگی اور میں سمجھتا ہوں آپ کا علاج اب صرف فطرت کی تعزیر ہی ہے۔ انتظار کیجئے!

''کیا بے نظیر زرداری صاحبہ نے یاد فرمایا ہے۔''

نہیں۔ فطرت کی تعزیر کا انتظار فرمائیے!

تصحیح

گزشتہ شمارے کے صفحہ ۴۴، ۴۵ پر ''عورتوں کی اسمبلی'' کے عنوان سے شائع ہونے والی نظم جناب ضمیر جعفری کی ہے۔ مجید لاہوری کا نام سہواً چھپ گیا ہے۔ قارئین تصحیح فرمالیں۔ (مدیر)

بقیہ از صـــــ ۴۱

مجید کے متعلق لوگوں میں پروپیگنڈا کرو یا کہ اس کتاب میں سب مسائل کہاں یہ تو عترت رسول سے جا کر پوچھو حدیث کی بات ہے تو کہہ دو اس میں تو کئی ضعیف اور کچھ ایسی ہیں کچھ ویسی باتیں ہیں چلو جان چھوٹی اور مرتد ہو کر مرجاؤ یہ ہے اصل منشاء مجمہ کے پجاریوں کی۔ کسی دوسری نشست میں انشاء اللہ اس کتاب کا بھی تعارف کراؤں گا۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو رسول اللہ ﷺ کی اتباع اور صحابہ کرام و اہل بیت یعنی ازواج النبی ﷺ کی محبت نصیب فرمائے (آمین)

والسلام

محمد معاویہ

باغبانپورہ لاہور

قارئین

حلقۂ احباب

عزیزم ذوالکفل بخاری صاحب

السلام علیکم

تازہ نقیب ختم نبوت (نومبر ۹۳ء) ملا۔ آخری صفحہ پر غزل دیکھی۔ چوتھے شعر میں ایک غلطی رہ گئی۔ غالباً پروف توجہ سے نہیں دیکھے گئے۔ "پتھر کی اوٹ" کو "پتھر کے اوٹ" لکھ دیا گیا۔ یعنی "اوٹ" کو مذکر کر دیا گیا ہے۔ جو غلط ہے۔

براہ کرم آئندہ شمارے میں تصحیح فرما دیجئے۔ شکریہ۔

والسلام

پروفیسر عابد صدیق (بہاولپور)

مکرم و محترم۔ سلام مسنون

ایک کتابچہ مکتبہ قادریہ لاہور سے شائع ہوا ہے پہلی نظر دیکھنے میں ایسا نظر آتا ہے جیسے مصنف کو خاندان نبوت کے ساتھ بڑی ہی عقیدت ہے۔

لیکن اسی عقیدت کے پردے میں ارادی یا غیر ارادی طور پر پوری کتاب رافضیت کے عقائد سے بھری پڑی ہے۔ موصوف نے امت پر یہ احسان بھی کیا ہے کہ فلاں فلاں ناموں کے ساتھ علیہ السلام اور رضی اللہ عنہ لکھنا بزرگوں سے ثابت ہے ان بزرگ پرست صاحب نے کہیں بھی ابوبکر، عمر علیہ السلام لکھنے پر زور نہیں دیا صغار صحابہؓ اور تابعین حضرات پر بھیؒ ہم کہتے ہیں ٹھیک ہے لیکن سیدنا علیؓ کے خاندان کے ساتھ علیہ اسلام اور دوسرے اکابر کے ساتھ رضی اللہ عنہ۔ اس پردے کے پیچھے دبے پاؤں سبائیت آرہی ہے جس نے بڑے بڑے مفکروں کو ڈسے بغیر نہیں چھوڑا اور دوسری بات کتاب کا نام ہی غلط ہے آئمہ اہل بیت؟ بھلا اہل بیت میں کون سے آئمہ ہیں؟ اہل بیت میں تو صرف ازواج النبی ہیں سلام اللہ علیہما۔

اللہ کی رحمتیں ہوں علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ پر فرمایا کرتے تھے "پاکستان کے سنی کو سنی بنانے کی فکر کرو" حقیقت ہے کہ جونہی کوئی مشکوک نام کی کتاب سامنے آتی ہے علامہ صاحب یاد آجاتے ہیں۔

یہ کتاب گزشتہ دنوں ایک صاحب نے مجھے بھیجی میں سمجھا رافضیوں کی کوئی کتاب ہوگی اور حوالے کے لئے کسی نے بھیجی ہوگی۔ مصنف کا نام دیکھا تو۔۔۔ اپنے ہمسایوں سے ملاقات ہوگئی اور صدیقی ٹرسٹ والوں کے تعاون

سے شائع ہوئی ہے۔ اور سچی بات ہے جب حسب ارشاد مولانا جمیل احمد صاحب دیکھا تو اور بھی اچنبا ہوا کیونکہ حضرت مولانا جمیل احمد صاحب سے ان مسائل اور حالات و واقعات پر میری بارہا گفتگو ہوئی حضرت اکثر میری دکان پر تشریف لاتے اور ہمارے دوست ماسٹر فضل دین صاحب بھی ہوتے اور بڑی علمی باتیں ہوتیں امیر یزید کے متعلق فرماتے۔ اس معاملہ میں سیدنا عبداللہ ابن عمرؓ کے موقف پر ہوں ان سے بڑھ کر کسی کی بات پر یقین نہیں کرسکتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ عبداللہؓ کی رگوں میں جو خون تھا اس نے انہیں کسی مصلحت کے تحت سمجھوتہ نہیں کرنے دیا۔ اور انہوں نے علی الاعلان اپنا موقف بیان فرما دیا۔ خیر کتاب ایک ہی نشست میں پڑھ ڈالی۔ اور کتاب بھیجنے والے صاحب کو خط لکھا کہ حضرت آپ نے کتاب غلط جگہ بھیج دی ہے ایسی کتابیں تو امام باڑوں میں اچھی لگتی ہیں۔ حیرانی تو اس بات پر ہے کہ کتاب کی تقریظ جن جن حضرات نے رقم کی انہوں نے بھی وہی باطنی طرز کا جملہ استعمال فرمایا یعنی اہل بیت اور ہیں اور امہات المومنینؓ اور ہیں میں ایک سیدھا سادہ مسلمان ہوں۔ میرا یہ سوال ہے کہ اہل بیت اصل میں کون ہیں؟

ماہنامہ بینات نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے "یقیناً آنحضرت ﷺ کے اہل بیت میدان محشر اور پھر جنت میں آپکے ساتھ ہونگے اس لئے جو لوگ ان حضرات سے محبت رکھنے والے ہونگے وہ بھی ان کے ہمراہ ہونگے کہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ محبت رکھتا ہوگا۔ اس لئے حضرات اہل بیت نبوی ﷺ اور ازواج مطہرات کی محبت و عظمت اور حرمت عین ایمان ہے"

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا۔

"مولانا ابوالمظفر ظفر احمد قادری نے اس حقیقت کو سامنے رکھ کر عامۃ المسلمین کے نفع عام کے پیش نظر فضائل اہل بیت پر مستقل رسالہ لکھ دیا ہے جس میں اولاً فضائل اہل بیت پھر امہات المسلمین یا امہات المومنینؓ کا ذکر خیر"۔

اب آپ اصول کافی کی روایت دیکھ لیں۔ اصول کافی شائع کردہ حق برادرز انار کلی لاہور صفحہ ۱۹۲ سے شروع ہونے والی شیطان کی آنت سے بھی لمبی یہ روایت سات سے زیادہ صفحوں پر پھیلی ہوئی ہے یعقوب کلینی صاحب نے یہ روایت نص امامت کے باب میں لکھی ہے اقتباس ملاحظہ فرماویں۔ "خداوند عالم نے میری اس دعا کو قبول فرمایا ہے اور آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو ہدایت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ میرے اہل بیت کو تعلیم دینے کی کوشش نہ کرنا کیوں کہ یہ لوگ علم لدنی رکھتے ہیں آگے لکھتے ہیں "اے ابو بصیر یقین کرو کہ اگر آنحضرت ﷺ خاموش رہتے اور اس کی تصریح نہ فرماتے کہ میرے اہل بیت کون لوگ ہیں تو ایرے غیرے خصوصاً ازواج النبی آل عباس آل جعفر سب آل محمد ﷺ ہونے کا دعوی کرتے"۔ اب آخر میں ایک ایسی ہستی کا تبصرہ پیش خدمت ہے جو صرف میرے لئے ہی نہیں بلکہ بہت سارے مسلمانوں کی نظر میں قابل احترام ہیں۔ خود میرے دل میں بھی ان کا احترام ہے مگر وہ اپنی جگہ۔ اور عقیدہ و ایمان اپنی جگہ میرے موصوف سید نفیس شاہ صاحب مدظلہ (لاہور) نے اسی رسالہ کی تائید میں ایک تحریر لکھی ہے فرماتے ہیں۔

"فتنہ رافضیت و سبائیت اور خارجیت و ناصبیت کی تاریخ تو بہت پرانی ہے لیکن پاکستان میں یزیدیت ایک فتنہ تازہ ہے یزیدی فرقے کا بانی محمود عباسی ہے آج سے تقریباً چوبیس برس پیشتر اس نے اپنی تالیف خلافت معاویہؓ و یزید سے اسکا آغاز کیا دیکھتے دیکھتے اسکے گمراہ کن نظریات پھیلتے چلے گئے اور آج یہ حال ہے کہ جدید دانشوروں کی ایک خاصی تعداد اس کے تصنیفی دام تزویر کا شکار ہو چکی ہے اور حیف صد حیف کہ بعض عالمان دین بھی اس

ضال و مضل کی ایسی خرافات پڑھ پڑھ کر جادہ اہل سنت سے ہٹ گئے ہیں۔ اس طوفان الحاد و زندقہ میں ضرورت اس امر کی ہے کہ عام مسلمانوں کو اہل بیت نبوی اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل و مناقب سے روشناس کرایا جائے"۔ میرا سوال یہ ہے کہ لفظ اہل بیت کا لغوی معنیٰ کچھ بھی ہو ہمارے اس دینی ماحول میں اہل بیت کا لفظ کوئی سنے یا بولے تو فوراً ذہن میں آتا ہے اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والے ہیں۔ کوئی صاحب عقل بتائے کہ گھر والے کون ہوتے ہیں کیا ازواج النبی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والی نہیں ہیں؟ جس طرح صحابہ کرامؓ پر بہتان لگائے جاتے ہیں اسی طرح ازواج النبی

سلام الله عليهما وصلوة الله عليهما ورضون الله تعالى اجمعين عليهم

پر بھی رافضیوں نے مخفی تبرا کا نفیس طریقہ استعمال کیا اتنا ظلم اور دیدہ دانستہ کہ رافضیوں کی تائید میں سب حضرات بھول گئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل بیت حقیقی ازواج النبی ہیں کیا یہ حضرات نہیں جانتے کہ اعمال کے ثواب میں صرف ازواج النبیؓ ہیں جن کو امت سے دگنا ثواب ملے گا اور یہ حضرات اس پر بھی یقین رکھتے ہونگے کہ جنت میں جو مرتبہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے گا وہ اور کسی کو نہیں ملے گا مگر ازواج النبیؓ وہاں بھی ہونگی۔

اور سچی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کو بھی بلند مرتبہ سے نوازا ہے اس سے ہر طرح کا امتحان لیا جاتا ہے ازواج النبیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ بشانہ دین کی تبلیغ کی ہے بلکہ بہت سارے مسائل جو کہ عورت ہی عورت کو بتا سکتی ہے ایسے مسائل خاوند بیوی کو بے جھجک بتا سکتا ہے ایسے تمام مسائل ہماری ماؤں یعنی

امهات المومنين سلام الله عليهما

کے ذریعے ہماری ماؤں بہنوں تک پہنچے ہیں آیت تطہیر انہی کی شان میں اتری ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ اس طرح کی کتابوں سے عام لوگ یہی مطلب نکالیں گے کہ

أمهات المومنين سلام الله عليهما

اہل بیت میں سے نہیں ہیں۔ اور اعزازی اہل بیت حقیقی ہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ امام ابن حزمؒ اندلسی تو اس مسئلہ میں فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر بلند مرتبہ ہے تو ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے ان کے بعد سیدنا صدیق اکبرؓ۔ بات تو اتنی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی پیاری بیٹی سیدہ فاطمہؓ سے اتنی شفقت تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور ان کی اولاد کو بھی اہل بیتی فرمایا جیسا کہ سیدنا سلمان فارسیؓ اور زید بن حارثہؓ اور ان کے صاحبزادے سیدنا اسامہ بن زیدؓ کو بھی فرمایا۔ رافضیوں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں تفریق کر کے امہات المومنین سلام اللہ علیہما کو اہل بیت سے الگ کر دیا لیکن سنی نما رافضیوں نے ان تخریب کاروں کی بہت مدد کی۔ سیدھی سی بات تھی جس کو عجمیوں نے یونانی فلسفے کی جمع تفریق میں ڈال کر کہاں سے کہاں پہنچا دیا میری رائے میں ایسی کتابیں شیعیت پھیلانے کا سبب بن رہی ہیں۔ اور کتاب کا نام بھی غلط ہے یعنی ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کو پیچھے دھکیل کر اہل بیت علیؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں شامل کیا گیا ہے۔ یہی راستہ رافضیت کا ہے۔ پہلے بات فضیلت سے ہی شروع ہوتی ہے اور آخر میں یہ سبق ملتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی دفن بھی نہیں ہوئے تھے کہ سارے صحابہؓ دین چھوڑ گئے۔ معاذ اللہ واستغفر اللہ رافضیوں کا عقیدہ تو یہی ہے کہ دین کے دو ستون یعنی قرآن مجید اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کی صداقت داغدار کرو تا کہ آنے والی نسلوں کو ان دونوں میں سے ایک پر بھی اعتبار نہ رہے قرآن

(بقیہ ۳۸ پر)

مسافرین آخرت

اِدارہ:

مولانا نذیر مجیدی رحمتہ اللہ علیہ

مقام پیدائش: چنیوٹ تاریخ پیدائش: مارچ ۱۹۰۷ء

تعلیم: بی۔اے (ایس ای کالج بہاولپور) بیعت: حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمتہ اللہ علیہ

اس نسبت سے حضرت شاہ جی رحمتہ اللہ علیہ کے پیر بھائی تھے۔

۳۶-۱۹۳۵ء میں لاہور سے روزنامہ ''پاسبان'' نکالا۔ کیپٹن ممتاز ملک ان کے ساتھی تھے مجلس احرار کے رہنما شیخ حسام الدین کا بیان چھاپا تو اخبار کا ڈیکلریشن ضبط ہوگیا۔ چنیوٹ سے نکلنے والے رسالہ ''یاد خدا'' کے مستقل لکھنے والے تھے۔ حافظ خدا بخش صغیر کے بیٹے جنہوں نے بیسویں صدی کے آغاز میں جھنگ اور چنیوٹ سے ''المنبر'' شائع کیا جو چنیوٹ سے نکلنے والا پہلا رسالہ تھا۔ قاضی احسان احمد شجاع آبادی کے ساتھ حضرت شاہ جی کی طرح خصوصی تعلق تھا۔ حافظ خدا بخش صغیر کی دعوت پر ہی سید عطاءاللہ شاہ بخاری نے اسلامیہ سکول کی تعمیر میں اعانت کے لئے چنیوٹ میں پہلی تقریر کی۔ اس طرح حضرت شاہ جی سے اس خاندان کا تعلق قائم ہوا اور آج تک قائم ہے۔ مولانا نذیر مجیدی، پروفیسر خالد شبیر، پروفیسر ظہیر احمد، باقر صغیر، نصیر احمد اور مشیر احمد کے والد تھے۔

ڈاکٹر باقر، خضر تمیمی، کیپٹن ممتاز ملک، ڈاکٹر عزیز علی، ملک اللہ دتہ ان کے قریبی دوستوں میں سے تھے۔ مولانا نذیر مجیدی رحمتہ اللہ علیہ نے گزشتہ ماہ چنیوٹ میں رحلت فرمائی۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

- مجلس احرار اسلام (قاسم بیلا) ملتان کے انتہائی مخلص کارکن جناب سعید احمد کا کم سن اور معصوم بیٹا گزشتہ ماہ ٹریفک کے ایک حادثہ میں جاں بحق ہو گیا۔
- ہمارے دیرینہ رفیق جناب عبدالرحمٰن جامی نقشبندی (جلال پور پیر والہ) کی خالہ زاد وفات پا گئی ہیں۔
- بہاولپور گھلواں (ضلع بہاولپور) میں ہمارے دیرینہ کرم فرما محترم منظور احمد خان گھلو کے بھائی محترم گل محمد خان گھلو وفات پا گئے۔

ملک محمد نواز ○ چوہدری عبدالحکیم ○ میاں نذر حسین کیتھ

مجلس احرار کے کارکنان تھے۔ گزشتہ ماہ رمضان المبارک میں ان کا انتقال ہوا۔ حضرت سید عطا اللہ شاہ بخاری کے

دیرینہ رفیق تھے۔ مجلس احرار اسلام کی طرف سے مختلف ادوار میں چلنے والی تحاریک میں بھرپور حصہ لیا۔ اقامت دین اور تحریک تحفظ ختم نبوت میں دامے درمے قدمے سخنے حصہ لیا۔ اور ۱۹۵۳ء کی تحریک میں جیل کی صعوبتیں برداشت کیں۔ شاہ جی علیہ الرحمۃ ان ساتھیوں سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ اور یہ سب حضرات شاہ جی علیہ الرحمۃ کے شیدائی تھے۔ ملک محمد نواز مرحوم ملک رب نواز ایڈووکیٹ کے قریبی رشتہ داروں میں سے تھے اور مشہور نعت خواں تھے۔ شاعر احرار انور صابری مرحوم کا کلام انہیں ازبر تھا۔ شاہ جی کی موجودگی میں ان کی تقریر سے پیشتر اکثر کلام صابری سے اپنے مخصوص انداز اور ترنم سے لوگوں کا دل گرماتے تھے۔ انور صابری کی نظم

"جس دور پہ نازاں تھی دنیا اب ہم وہ زمانہ بھول گئے"

خاص طور پر لوگوں میں مقبول ہو گئی۔ کذب وریا اور مفاد پرستی کے اس دور میں ایسے ایثار پیشہ وفادار کارکنوں کی یاد بہت ستاتی ہے جنہوں نے ہر حال میں دین کا علم بلند رکھا۔ انقلاب کے جذبہ کو عوام میں ابھارتے رہے اور اپنے مشن کی سوداگری نہ کی۔ تمام اراکین ادارہ لواحقین کے غم میں شریک ہیں اور دعا گو ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔ حسنات قبول فرمائے اور سیئات سے درگذر فرمائے۔ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور اپنے اسلاف کی طرح صف شکن بنائے۔ (آمین)

دعائے صحت

کراچی میں نقیب ختم نبوت کے پرانے قاری اور ادارہ کے مہربان رفیق جناب حافظ محمد لقمان صاحب کچھ عرصہ سے علیل ہیں۔

مجلس احرار اسلام کے قدیم کارکن اور حضرت امیر شریعت کے رفیق مولانا سید فضل الرحمن احرار (سلانوالی) علیل ہیں۔

مرزا غلام نبی جانباز مرحوم کے سمدھی مولانا محمد شریف احرار کچھ عرصہ سے صاحب فراش ہیں۔

قارئین سے درخواست ہے کہ ان حضرات کی صحت یابی کے لئے دعا فرمائیں۔ (ادارہ)

بقیہ از صفحہ ۴۲

کشمیر کے متعلق ایک مشترکہ بیان میں کہا گیا کہ بھارتی فوج کشمیر میں ظلم و تشدد اور عصمت دری کے انسانیت سوز اقدامات سے تحریک آزادی کشمیر کو ختم نہیں کر سکتی۔ بلکہ انہیں اس کا خمیازہ جلد ہی بھگتنا پڑے گا۔ بیان میں کہا گیا کہ کشمیر کے متعلق ہم کسی ایسے فارمولے کو قبول نہیں کرینگے جس میں کشمیر کا الحاق پاکستان کے ساتھ نہ ہو۔ بلکہ اگر ایسا کیا گیا تو ہم طلباء اس کی شدید مزاحمت کریں گے۔ اجلاس میں طاہر جٹ، محمود علی، عبدالماجد، مقصود احمد، غضنفر علی، ملک محمد عمران اور دیگر بہت سے طلباء نے شرکت کی۔ اجلاس کا اختتام دعا پر ہوا اور عہد کیا گیا۔ ہم تحریک کے منشور کو روبہ عمل لانے کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔

ملک محمد فیصل
ناظم نشریات "تحریک" چیچہ وطنی

ہمارا مقصد طلباء میں دینی شعور کی بیداری ہے۔
ہمارا نصاب تعلیم اسلامی اصولوں سے ہم آہنگ کیا جائے۔
کشمیریوں پر مظالم ڈھا کر تحریک آزادی کو ختم نہیں کیا جاسکتا۔
(محمد معاویہ رضوان)

چیچہ وطنی میں تحریک طلباء اسلام کے انتخابی اجلاس سے نومنتخب امیر اور دیگر عہدیداروں کا خطاب

۱۹ نومبر بروز جمعتہ المبارک تحریک طلباء اسلام چیچہ وطنی کا ایک اجلاس مقامی دفتر میں منعقد ہوا۔ جس میں تحریک کے مقامی عہدیداروں کا چناؤ ہوا۔ محمد معاویہ رضوان کو مقامی امیر چنا گیا جبکہ محمد آصف رضا کو ناظم اور ملک محمد فیصل کو ناظم نشریات مقرر کیا گیا۔ محمد معاویہ رضوان نے دونوں عہدیداروں سے ان کے عہدوں کا حلف لیا۔ اس موقع پر تحریک طلباء اسلام چیچہ وطنی کے نومنتخب امیر محمد معاویہ رضوان نے طلباء سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہماری تحریک خالصتاً دینی تحریک ہے۔ ہم طلباء میں دین کی انقلابی روح بیدار کرنا چاہتے ہیں۔ اور دین اسلام کے نفاذ کیلئے انقلابی خطوط پر طلباء کی فکری و نظریاتی تربیت کر کے انہیں اسلامی انقلاب کا ہراول دستہ بنانا چاہتے ہیں۔ ہمارا مقصد طلباء میں دینی شعور کی بیداری اور ہماری منزل حکومت الٰہیہ کا قیام ہے۔ انہوں نے نظام تعلیم کے حوالہ سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ نظام تعلیم دینی نقطہ نگاہ سے ایک مسلمان کیلئے بالکل ناقص ہے۔ ایک سازش کے تحت ہمارے کورس سے اسلامی تاریخ کو یا تو خارج کیا جارہا ہے یا پھر مسخ کر کے پیش کیا جارہا ہے۔ دسویں جماعت کی انگریزی کی کتاب سے واقعہ ہجرت کے باب میں سید نا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ذکر بالکل گول کردیا گیا ہے۔ محض شیعہ گروہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے تاریخ کے متفقہ اور مُسلمہ واقعہ کو خارج کیا گیا ہے۔

اجلاس سے ناظم تحریک محمد آصف رضا نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہم عنقریب اپنے منشور کے مطابق غریب و نادار اور مستحق طلباء کیلئے ایک "بک بینک" قائم کررہے ہیں جہاں سے ایسے طلباء کیلئے مفت کتابیں مہیا کی جائیں گی جو اپنی معاشی مجبوریوں کی بنا پر کتب خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے اور تعلیم چھوڑنے پر مجبور ہیں۔

ناظم نشریات نے بھی اس موقع پر خطاب کیا۔ بعد ازاں تحریک کے عہدیداروں کی جانب سے جہاد
(بقیہ ۳۴ پر)

نعت

سب غوث، سب ولی، سبھی اقطاب آپ کے
ہیں آفتاب و کوکب و مہتاب آپ کے

سیرت کا حرف حرف ہے قندیلِ آگہی
کندہ ہیں لوحِ وقت پہ ابواب آپ کے

سلطانِ دہر، نازِ جہاں، فخرِ کائنات
جھومر ہیں کائنات کا القاب آپ کے

یوں تو ہے ایک معجزہ ہر کام آپ کا
سب سے بڑا ہے معجزہ اصحاب آپ کے

ہیں آپ ایک گلشنِ توحید کی مثال
گل ہائے رنگا رنگ ہیں احباب آپ کے

ضَو ریز ہیں حضور کے جوہر صدف صدف
ساحل فروز ہیں دُرِ نایاب آپ کے

دل میں ہے میرے پیار کی دنیا بسی ہوئی
آنکھوں میں بس رہے ہیں مری خواب آپ کے

خالد نصیب ہے ہمیں معراجِ بندگی
عرش جبیں ہیں مسجد و محراب آپ کے

پروفیسر خالد شبیر احمد

نعت

مجلسِ خیر الوریٰ ہے گل فشانی چاہیے
معتبر الفاظ کو شرفِ معانی چاہیے

ہے جس کو ربِّ دو جہاں نے چشمۂ کوثر کہا
آپ کے دستِ مبارک سے وہ پانی چاہیے

ہو منور آپ کے جلووں سے کشتِ تیرگی
میرے فہم و فکر کو بھی ضوفشانی چاہیے

کس کو دنیا کی طلب ہے کس کو اپنا ہے خیال
ربِّ مکہ، خاکِ یثرب کی نشانی چاہیے

آبرو نے ما ز نامِ مصطفےٰ میرا یقیں
صحبتِ خیر البشر میں زندگانی چاہیے

میں سراپا عجز ہوں اور آپ کا تسلیم ہوں
میرے آقا آپ کی بس مہربانی چاہیے

پروفیسر عبدالحیٔ (تسلیم سندھو)

غزل

کبھی عشاق کو عالم بدر کرنے کی خواہش ہے
کبھی طلبی حضور ناز میں بھی نوازش ہے
کبھی اغماض میں پرسش ہمارے حال دل کی ہے
کبھی اعراض میں حسن طلب کی آزمائش ہے
سر محفل کبھی تعریف سے ناراض ہوتا ہے
کبھی مرغوب خلوت میں مرا طرز ستائش ہے
کبھی اہل جنوں بھی یار اس محفل میں پاتے تھے
مگر اب گرد ان کے حلقۂ ارباب دانش ہے
غزل میں درد دل چھپنا تو کیا ، ڈھل کر نکلتا ہے
ہمارا اہتمام پردگی رہن نمائش ہے
ترے جلوے ہیں سب اسلوب و فن کا محور و مرکز
زمانوں سے بیان و استعارہ محو گردش ہے
غبار عاشقاں ہے ربط خاک و باد سے پیدا
سرشک چشم و سوزدل وصال آب و آتش ہے
ترے جلووں سے ہے جو صوفیوں میں جذب و سرمستی
وہی آزادگاں میں ہاؤ ہو و رنگ و رامش ہے
کئی دن سے ہے اب موقوف طعن و تیز گفتاری
مجھے لگتا ہے عابد . آپ سے کچھ ان کو رنجش ہے

پروفیسر عابد صدیق

محترم عبدالکریم صابر، ایڈیٹر ہفت روزہ "مخلص" ڈیرہ اسماعیل خان

مجلسِ احرارِ اسلام کے مخلص اور پرجوش سپاہی مرزا غلام نبی جانبازؒ کے سانحۂ ارتحال پر

قطعۂ تاریخ

غیور و دلفریب احرار کے ناز
عجب تھا اُس کا اک نرالا انداز

لئیق و مخلص و مونس مدبر
نہ سمجھے اس کے ارتقائے خوب کا راز

ابد تک نام ہو گا سب کے لب پر
عجب تھی پر کشش کچھ اس کی ایسی آواز

ملے گا اس کو حق سے ایسا انعام
کہے گا ایک عالم ہے یہ اعجاز

یہی ہے التجا درگاہِ حق میں
در فردوس ہو اس کے لئے باز

جہاں دار و جہاں گیر اس کے اوصاف
نرالا تھا جہاں زیب و جہاں ساز

بحمداللہ وہ اب فردوس میں ہے
درِ فیضِ الٰہی سب ہوئے باز

الٰہی نور کی بارش ہو اس پر
ہوں اس پر رحمتیں بے حد بہ اعجاز

زہے قسمت ملیں گر خواب میں وہ
ہر اِک پہلو تھا جو اِک سحر پرداز

ہے صابر کر گئی ہے رُوح اب تو
غلامِ نبیِ جانباز پرواز

۱۴۱۳ھ

پر کیونکر مجبور کرتے ہو۔ آخر اس کی کوئی دلیل بھی ہے یا محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ اور ہمارے پاس حدیث بریرہؓ دلیل موجود ہے۔ کہ کسی کے مشورہ پر عمل کرنا ضروری نہیں۔ خواہ نبی ہی کا مشورہ کیوں نہ ہو۔ اس سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ اگر حکام رعایا سے مشورہ لیں تو وہ ان کے مشورہ پر عمل کرنے کے لئے مجبور ہر گز نہیں ہیں۔ بلکہ عمل خود اپنی رائے پر کریں۔ خواہ وہ دنیا بھر کے مشورہ کے خلاف ہی کیوں نہ ہو چنانچہ اس آیت میں آگے ارشاد ہے:

فاذا عزمت فتوکل علی اللہ

کہ مشورہ کے بعد جب آپ ارادہ کسی بات کا کریں تو خدا پر بھروسہ کر کے اس پر عمل کریں۔ یہاں "اذاعزمت" صیغۂ واحد ہے۔ معلوم ہوا کہ عزم میں حضور مستقل تھے۔ اسی طرح آپ کا نائب یعنی سلطان بھی عزم میں مستقل ہے۔ اگر عزم کا مدار کثرتِ رائے پر ہوتا تو اذاعزمت نہ فرماتے بلکہ اس کی بجائے

اذاعزم اکثرکم فتوکلوا علی اللہ

فرماتے۔ پس جس آیت سے یہ لوگ جمہوریت پر استدلال کرتے ہیں اس کا اخیر جزو خود ان کے دعویٰ کی تردید کر رہا ہے۔ مگر ان کی حالت یہ ہے

حفظت شیئا و غابت عنک اشیا

کہ ایک جزو کو دیکھتے ہیں اور دوسرے جزو سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ دوسرے اس آیت میں صرف حکام کو یہ کہا گیا ہے کہ وہ رعایا سے مشورہ کر لیا کریں، رعایا کو تو یہ حق نہیں دیا گیا کہ از خود استحقاقاً حکام کو مشورہ دیا کرو چاہے وہ مشورہ لیں یا نہ لیں۔ اہل مشورہ ان کو مشورہ سننے پر مجبور کر سکیں۔ چنانچہ شریعت میں

اشیرو الحکام وھوا حقکم علیھم

کہیں نہیں کہا گیا۔ جب رعایا کو از خود مشورہ دینے کا کوئی حق بدرجۂ لزوم نہیں تو پھر اسلام میں جمہوریت کہاں ہوئی۔ کیونکہ جمہوریت میں تو پارلیمنٹ کو از خود رائے دینے کا حق ہوتا ہے۔ چاہے بادشاہ ان سے رائے لے یا نہ لے۔ یہاں تک کہ اگر بادشاہ پارلیمنٹ سے بغیر رائے لیے کوئی حکم نافذ کر دے۔ تو اس پر چاروں طرف سے لے دے ہوتی ہے کہ ہم سے بدوں مشورہ لیے یہ حکم جاری کیا گیا۔ بھلا رعایا کو یہ حکم اسلام میں کہاں دیا گیا ہے ذرا کوئی صاحب ثابت تو کریں۔ پس یہ دعویٰ بالکل غلط ہے کہ اسلام میں جمہوریت کی تعلیم ہے۔

(تقلیل الاختلاط مع الانام ص ۴۸)

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

جامع مسجد ختم نبوت

دار بنی ہاشم ـــ مہربان کالونی ـــ ملتان

زیر اہتمام: تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) عالمی مجلس احرار اسلام پاکستان

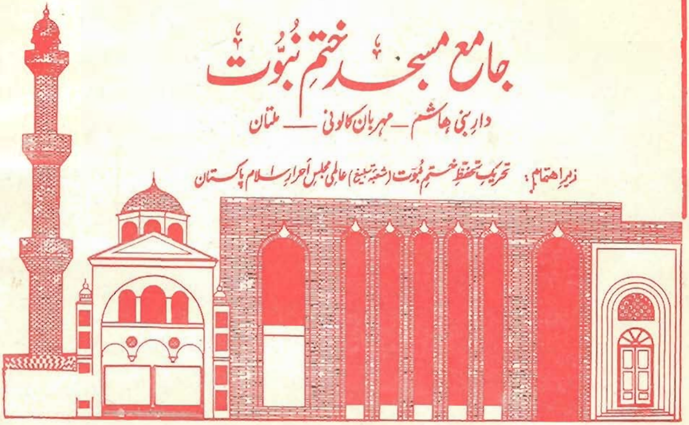

مسجد تکمیل کے مراحل میں ہے، دیواروں کے پلستر اور فرش کی تنصیب، بجلی کی فٹنگ دروازوں اور کھڑکیوں کی تنصیب کا کام باقی ہے۔ اس وقت تعاون کی اشد ضرورت ہے۔ نقد و سامان تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون کا ہاتھ بڑھائیں۔ اور اللہ سے اجر پائیں۔

ترسیل زر کے لئے

بذریعہ بنک ڈرافٹ، چیک

بنام ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری

اکاؤنٹ نمبر: ۲۹۹۳۲، حبیب بنک حسین آگاہی ملتان۔